غزلیاتِ آصف الدّولہ: تدوین و تعارف

ڈاکٹر ساجد صدیق نظامی

اسسٹنٹ پروفیسر، ادارہ زبان و ادبیاتِ اردو، پنجاب یونیورسٹی، لاہور

داؤد حسین

لیکچرر، گورنمنٹ ایم۔اے۔او۔ گریجویٹ کالج، لاہور

Abstract:

Lucknow had become an important center of Urdu poetry in north India in the late 18th century. Among the many other political cum socio-cultural reasons, patronage by the court of Awadh was also a major reason for the promotion of the poetic tradition at Lucknow. Nawab Vizier Shuja-ul-Doulah and after him, his son and successor Nawab Vizier Asaf-ul-Doulah patronized many prominent poets e.g. Mirza Sauda, Mir Taqi Mir, Mir Soz, Mir Hasan, etc. Asaf-ul-Doulah was also a poet. Many contemporary sources evidenced that his *Diwan* and *Kulliyat* had been compiled in his life but his works are still unpublished. Copies of his poetic works are found in different libraries. One of the copies is part of the British Library's manuscript section in London, UK. This manuscript seems contemporary to him and contains remarkable selections from his poetry.

This article presents Asaf-ul-Doulah as a poet, introduces the of above-said Diwan of him and produces the editing of his Ghazals.

Keywords: Poetry, Ghazal, Asaf-ul-Doulah, Lucknow, Editing, Manuscript

کلیدی الفاظ: شاعری، غزل، آصف الدولہ، لکھنؤ، تدوین، قلمی نسخہ۔

آصف الدولہ کے دورِ حکومت کی تفصیل متعدد تواریخ میں محفوظ ہے۔(۱) ان تواریخ میں اس دور کے سیاسی واقعات اپنی جزئیات کے ساتھ زیرِ بحث آئے ہیں۔ کہیں کہیں آصف الدولہ کی علمی، ادبی و ثقافتی سرگرمیوں اور دلچسپیوں پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے۔ فنِ تعمیر سے ان کا شغف تو بہت معروف ہے۔ اُن کی اردو اور فارسی شعر گوئی کے اشارے بھی ملتے ہیں۔ نیز متعدد شعرا کی سرپرستی بھی کیا کرتے تھے۔ کئی ایک شعرا دہلی سے رخصت ہو کر لکھنؤ میں مقیم ہوئے۔ شجاع الدولہ کے زمانے میں میرزا سودا اور آصف الدولہ کے زمانے میں میر تقی میر کی آمد، اس امر کا ثبوت ہے۔ ان شعرا کی آمد سے لکھنؤ میں اردو شعر و ادب سے دلچسپی کی ایک عام فضا بن گئی اور جلد ہی لکھنؤ، دہلی کے بعد

دوسرا بڑا ادبی مرکز بن گیا۔ اس روایت کے مستحکم ہونے میں پہلے شجاع الدولہ اور بعد ازاں آصف الدولہ کی سرپرستی فیصلہ کن عنصر کی حیثیت رکھتی تھی۔ آصف الدولہ خود بھی شعر گوئی کا ملکہ رکھتے تھے اور ضخیم کلیات آصف کے کم از کم دو نسخے اس امر کا ثبوت ہیں۔(۲) اگرچہ ابھی تک ان کا مکمل کلام یا کلام کا کچھ حصہ ترتیب پا کر شائع نہیں ہو سکا ہے۔

آصف الدولہ کے کلام کا ایک مناسب انتخاب برٹش لائبریری، لندن میں بھی محفوظ ہے جو آصف الدولہ کے حینِ حیات قلم بند کیا گیا تھا۔ اس انتخاب میں نوّاب کی غزلیات، مخمسات، رباعیات، رباعیاتِ مستزاد، فارسی کلام شامل ہے۔ زیرِ نظر مضمون میں اس نسخے کا تعارف کروایا جارہا ہے اور اس نسخے میں موجود آصف الدولہ کی ساٹھ سے زائد غزلیات کا متن ترتیب دیا جارہا ہے۔ ان غزلیات پر مختصر رائے کے ساتھ ساتھ آصف الدولہ کی شعر گوئی کے متعلق مختلف تذکرہ نویسوں اور مؤرخین کی آرا بھی جمع کر دی گئیں ہیں۔ دیگر کلام کو علیحدہ سے مرتب کیا جائے گا۔

برٹش لائبریری، لندن میں آصف الدولہ کے کلام کا ایک خطی نسخہ موجود ہے جو IO Islamic 35 کے اندراج کے تحت محفوظ کیا گیا ہے۔ اس نسخے کا کوئی باقاعدہ عنوان موجود نہیں ہے۔ ورق ۱/ الف پر اردو میں نستعلیق میں سیاہ روشنائی سے مناسب جلی خط میں 'تصنیف نواب وزیر بہادر' جبکہ انگریزی میں ترچھے حروف میں *Poems by the Nabob Vizir Bahadr the N'b Asaf i Dowla* لکھا گیا ہے۔ ان سطور کے اوپر بعد میں کسی نے سکے والی پنسل سے 'بیاض' کے لفظ کا بھی اضافہ کر دیا ہے۔ اگرچہ یہ اردو تحریر سے مانوس قلم کا لکھا ہوا معلوم نہیں ہوتا۔

خطی نسخہ کُل ۱۸۸/ اوراق پر مشتمل ہے۔ اوراق کی پیمائش ۲۵/ سنٹی میٹر طُول اور ۱۴/ سنٹی میٹر عرض کی ہے۔ سرخ رنگ کی چرمی جلد ہے، جس پر سنہری چوکھٹا اور وسط میں طغرا بنا ہوا ہے۔ جلد کے پُشتے پر سیکریٹری آف اسٹیٹ فار انڈیا لائبریری کی مہر اور انگریزی حروف میں DIWAN I ASAF کندہ ہے۔ شروع کے ۲۵/ اوراق خالی ہیں۔ ورق ۲۶/ الف پر ایسٹ انڈیا کمپنی لائبریری کی مہر لگی ہوئی ہے جبکہ ۲۶/ ب سے متن کا آغاز ہوتا ہے اور ۱۶۷/ ب تک جاری رہتا ہے۔ آخری صفحے پر انڈیا آفس لائبریری کی مہر بھی ثبت ہے۔ آخر کے ۲۱/ اوراق خالی ہیں۔ ترقیمے کا اہتمام نہیں ہے، نہ ہی کوئی ایسا اشارہ ہے جس سے اندازہ ہو سکے کہ کتابت مکمل ہو گئی ہے۔

تمام اوراق پر سنہری اور سیاہ روشنائی سے دوہرے خط کا چوکھٹا موجود ہے اور متن نستعلیق میں، سیاہ روشنائی سے، ترچھے انداز میں لمبائی کے رُخ پر اس کے اندر لکھا گیا ہے۔ ہر صفحے پر تین تین اشعار ہیں۔ پہلے دو اشعار ترچھے رُخ جبکہ تیسرا شعر سیدھا لکھا گیا ہے۔ کسی کسی صفحے پر چار یا پانچ شعر بھی لکھے مل جاتے ہیں۔ ترک کا اہتمام کیا گیا ہے۔ ترقیمہ

البتہ موجود نہیں ہے۔ ۲۶/ب سے ۹۲/ الف تک غزلیات، ۹۲/ الف سے ۹۴/ ب تک رباعیات، ۹۵/ الف سے ۱۵۰/ب تک مختلف غزلیات پر متضمّن مخمسات، ۱۵۱/الف سے ۱۶۷/ب تک فارسی کلام موجود ہے۔

نسخے کے عنوان سے متبادر ہوتا ہے کہ یہ نسخہ آصف الدولہ کے حینِ حیات کتابت کیا گیا ہے۔ نیز متن میں ورق ۹۵/ الف پر جہاں مخمسات کا آغاز ہوا ہے 'مخمسات جناب عالی دام اقبالہ' کا عنوان دیا گیا ہے۔ اس عنوان کے الفاظ سے بھی اس خیال کو تقویت ملتی ہے کہ یہ نسخہ آصف الدولہ کی زندگی ہی میں کتابت ہوا ہے۔

انڈیا آفس لائبریری کے ہندوستانی زبان کے خطی نسخوں کی توضیحی فہرست کے مطابق آصف الدولہ کے کلام کا یہ مجموعہ پریذیڈنسی آف فورٹ ولیم کے پہلے گورنر جنرل وارن ہیسٹنگز سے خریدا گیا تھا۔ 'عماد الملک نواب گورنر جنرل وارن ہیسٹنگز صاحب بہادر جسارت جنگ' ۱۷۷۴ء سے ۱۷۸۵ء تک گورنر جنرل کے عہدے پر فائز رہے۔ قیاس کیا جا سکتا ہے کہ آصف الدولہ کی مسند نشینی (۱۷۷۵ء) کے بعد اور ہیسٹنگز کے عہدے پر فائز رہنے (۱۷۸۵ء) کے درمیان کسی وقت یہ نسخہ کتابت کیا گیا ہوگا۔(۳)

بلوم ہارٹ نے محولہ بالا فہرست میں اس خطی نسخے کا تعارف یوں کروایا گیا ہے:

Foll. 142; 10*5 ½ in.; ruled gilt borders, 5 and 6 lines in a page mostly written transversely; well written large Nasta’liq; 19th century. [Warren Hastings]

Diwan i Asaf :Poems of the Nawab Asaf al-Daulah, poetically called Asaf. Begins

طالب ہو وہاں آن کے کیا کوئی صنم کا — ہو جس کو بھروسا نہ جہاں ایک بھی دم کا
کیا میں تجھے احوال دل و جاں کا بتاؤں — اب میں ارادہ کیے بیٹھا ہوں عدم کا

Nawab Asaf al-Daulah, the eldest son of Nawab Shuja al-Daulah, succeeded to his dominions on his death in A. H. 1188 (A. D. 1775), and made Lucknow the seat of government. He died in A. H. 1212 (A. D. 1797). The poems consist of Ghazals, not arranged in any alphabetical order, with Persian Ruba’is (fol. 126).(4)

آصف الدولہ کے کلام کے مجموعوں کے خطی نسخوں کی اطلاعات دو اور جگہوں سے بھی ہم دست ہوتی ہیں۔ کتب خانہ آصفیہ / اسٹیٹ سنٹرل لائبریری، حیدر آباد اور کتب خانہ نواب سالار جنگ، حیدر آباد میں کلیات آصف

الدولہ کے ضخیم خطی نسخے موجود ہیں۔ دونوں کتب خانوں کے مخطوطات کے فہرست نگار نصیر الدین ہاشمی ہیں۔ اول الذکر نسخے کا تعارف یوں ہے:

> کلیات آصف الدولہ ، نمبر دواوین (۲۹) سائز (۱۵×۸) صفحہ (۴۴۸) سطر (۱۱) خط نستعلیق۔ خوش خط۔ مصنف آصف الدولہ شاہ اودھ۔ تاریخ تصنیف۔ تاریخ کتابت ۱۲۷۵ھ۔
>
> یحییٰ علی خان نام، مرزا امانی عرف، آصف الدولہ خطاب اور آصف تخلص۔ شجاع الدولہ، شاہ اودھ کے فرزند۔ ۱۱۶۱ھ میں تولد ہوئے، ۱۱۸۰ھ [کذا] میں مسند نشین ہوئے اور ۱۲۰۰ھ [کذا] میں انتقال ہوا، سوز سے تلمذ حاصل کیا۔ آصف الدولہ کے حالات تذکروں اور تاریخوں میں موجود ہیں۔ آغاز:

خداوند کہاں طاقت زباں میں کہ لاؤں وصف تیرا کچھ بیاں میں

اس کلیات میں آصف کا ہر قسم کا کلام، غزلیات، مثنویاں، مخمس وغیرہ شامل ہیں۔ فارسی غزلیں بھی ہیں۔

اختتام:

عشق کرتے تو ہیں کیا آصف ہے پر اس کا خدا کے ہات نباہ

کتب خانہ سالار جنگ میں بھی کلیات آصف کا ایک قلمی نسخہ موجود ہے ۔(۵)

کلیات آصف کے دوسرے خطی نسخے کا تعارف یوں کروایا گیا ہے:

> نمبر (۲۳۰) سائز (۱۰×۷) صفحہ (۶۲۵) سطر (۱۱) خط نستعلیق، کاغذ دیسی۔ مصنف آصف الدولہ، تاریخ تصنیف قبل ۱۲۰۰ھ، کتابت۔
>
> یحییٰ علی نام، مرزا امانی عرف اور آصف الدولہ خطاب تھا۔ آصف تخلص کرتے تھے۔ نواب شجاع الدولہ کے فرزند تھے۔ باپ کے بعد مسندِ حکومت اودھ پر ۱۱۸۸[کذا] میں متمکن ہوئے۔ فن تعمیر کا شوق تھا۔ کئی عمارتیں اب تک ان کی یادگار ہیں۔ میر سوز سے تلمذ حاصل تھا۔ شعرائے اردو کے سرپرست اور اردو شاعری کے قدردان تھے۔ ۱۷۹۵ء[کذا] میں ان کا انتقال ہوا ہے۔ آغاز:

کس قدر رو رو کے شب کرتا تھا مذکور تیرا وہ ہے بیمار ترا خستہ و رنجور تیرا
لے خبر اب بھی شتابی سے پہنچ ڈرتا ہوں کشتۂ ہجر نہ ہو یہ کہیں مہجور تیرا
یہ نہ آنے کے بہانے ہیں سب ہی ورنہ میاں اتنا تو گھر سے میرے کچھ نہیں گھر دور تیرا

اس کلیات میں اولاً ردیف وار غزلیات ہیں۔ ہر ردیف کے بعد کسی قدر صفحے خالی رکھے گئے ہیں۔ اس کے بعد دوسری ردیف کی غزلیات شروع ہوئی ہیں۔ غزلیات کے بعد مخمس ہیں اور اس کے بعد چند ایسے مخمس ہیں جو فارسی غزلیات پر موزوں کیے گئے ہیں۔ آخر پر ایک مثنوی ہے۔ اس کے بعد ۲۰ صفحے میں فارسی غزلیات ہیں، پھر رباعیات۔ اس کے بعد بسم اللہ کے ساتھ حمد اور نعت میں مثنویاں ہیں۔ آخر پر ایک مخمس ہے۔ مخمس کے بعد پھر ایک مثنوی منقبت حضرت علی میں ہے۔ اس کے باوجود کلیات ناقص الآخر ہے۔ اختتام:

اور اُس پر ساقیِ کوثر بھی ہیں آپ　　نبی کے خویش اور حسنین کے پدر ہیں آپ

دیا بھر جام ایک مسلمان کو اس دم　　ہو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

کتب خانہ آصفیہ میں کلیات آصف کا ایک قلمی نسخہ ہے (دیوان ۹۴)۔ انڈیا آفس میں بھی ایک نسخہ ہے (بلوم ہارٹ ۱۲۳)۔(۶)

آصف الدولہ کے کلام کے متذکرہ بالا قلمی نسخے کی محتویات اور کلیاتِ آصف کے دونوں قلمی نسخوں کی دستیاب تفصیلات دیکھتے ہوئے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ وہ اعلیٰ درجے کے نہ سہی لیکن پُر گو شاعر تھے۔ جن کی طبیعت کسی بھی صنفِ شعر میں اظہار میں بند نہیں تھی۔ نہ صرف یہ بلکہ شعرا، علما، ہنر مندوں کی قدر دانی اور سرپرستی کرتے تھے۔ دہلی کے خراب حالات سے تنگ آکر وہاں کے شعرا جب ہندوستان کے مختلف شہروں کا رُخ کرنے لگے تو پہلے فیض آباد اور بعد ازاں لکھنؤ ان کا اہم مرکز ٹھہرا۔ یہ روایت شجاع الدولہ کی شروع کی ہوئی تھی جس کو آصف الدولہ نے پروان چڑھایا۔ مرزا رفیع سوؔدا، جعفر علی حسرؔت، میر غلام حسن حسؔن، سید محمد میر سوزؔ، انشا اللہ خان انؔشا، جرأت اور سر آمدِ شعرائے اردو میر محمد تقی میرؔ کی آمد نے لکھنؤ کو اردو شاعری کا ذوق بخشا۔ ۱۷۸۱ء میں سوؔدا کی وفات کے بعد آصف الدولہ چاہتے تھے کہ میرؔ کو لکھنؤ بلا لیا جائے۔ اس سے قبل نواب سالار جنگ کے توسط سے آصف الدولہ لکھنؤ آنے کی دعوت دے چکے تھے۔ میرؔ، فروری-اپریل ۱۷۸۲ء کے مابین لکھنؤ پہنچے۔(۷) اپنی وفات تک میرؔ لکھنؤ ہی میں رہے۔ گویا اس طرح قریب ستائیس اٹھائیس برس لکھنؤ میں گزارے۔ لکھنؤ دربار سے وابستگی کے کچھ عرصے بعد ہی آصف الدولہ، میرؔ کو اپنی شکار مہمات پر بھی ساتھ لے گئے۔ دو شکار نامے میر سے یادگار ہیں۔ میرؔ کے پہلے شکار نامے کا آغاز ہی آصف الدولہ کے ذکر سے ہوتا ہے۔(۸) ذکرِ میرؔ میں بھی ان شکار مہمات پر جانے کا ذکر ملتا ہے۔(۹) میر کے کلیات میں آصف الدولہ سے متعلق اور بھی منظومات ملتی ہیں۔ جن میں مثنوی در بیانِ کدخدائی نواب آصف الدولہ بہادر،(۱۰) قطعہ در اسپِ وزیرِ زماں آصفِ دوراں نواب آصف الدولہ بہادر(۱۱) اور دو قصائد در مدح نواب آصف الدولہ بہادر شامل ہیں۔(۱۲) اسی طرح دیگر شعرا کے ساتھ بھی سرپرستی کا سلوک جاری رہتا تھا۔

آصف الدولہ کا نام مرزا یحییٰ خان اور عرفیت مرزا امانی تھی۔ شجاع الدولہ کے سب سے بڑے بیٹے تھے۔ ۱۱۶۱ھ /۱۷۴۸ء کے اواخر میں امتہ الزہرا بیگم کے بطن سے پیدا ہوئے۔ شجاع الدولہ کے انتقال ۲۴/ ذی قعدہ ۱۱۸۸ھ / ۲۹/ جنوری ۱۷۷۵ء کے بعد آصف الدولہ ان کے جانشین ہوئے۔(۱۳) بائیس برس کی حکمرانی کے بعد ۲۸/ ربیع الاول ۱۲۱۲ھ / ۲۰/ ستمبر ۱۷۹۷ء کو لکھنؤ میں وفات پائی۔(۱۴) آصف الدولہ کے عہد کی سیاسی و معاشرتی تاریخ کی تفصیل تو متعدد کتب میں محفوظ ہو گئی ہے لیکن نوّاب کے علمی و ادبی ذوق اور شعر گوئی پر زیادہ گفتگو نہیں ملتی۔ سید مسعود حسن رضوی ادیب نے اپنے ایک مضمون میں آصف الدولہ کے علمی و ادبی و ثقافتی سرگرمیوں کی سرپرستی کے کئی ایک شواہد پیش کیے ہیں لیکن آصف الدولہ کی شعر گوئی کے متعلق کچھ زیادہ نہیں لکھا۔(۱۵) سوانح نگاروں اور مؤرخین نے لکھا ہے کہ وہ میر سوؔز کے شاگرد تھے۔(۱۶) دوسری جانب میر سوؔز کے شاگردوں کے زمرے میں بھی آصف الدولہ کا نام لیا جاتا ہے لیکن یہ امر متحقق نہیں ہو سکا کہ آصف الدولہ کن ایّام میں میر سوز سے اصلاح لیتے رہے اور استادی شاگردی کیا یہ سلسلہ کب استوار ہوا؟ زیادہ قیاس یہی ہے کہ ۱۲۱۲ھ میں اپنے انتقال سے کوئی ایک برس قبل آصف الدولہ، میر سوؔز کے شاگرد ہوئے۔(۱۷) سعادت خان ناصر نے محمد علی وہؔم سے اصلاح لینے کا بھی ذکر کیا ہے۔(۱۸)

نجم الغنی رام پوری نے تاریخ اودھ میں البتہ نوّاب کے عہد کا تذکرہ مکمل کر کے ان کی شعر گوئی پر رائے دی ہے اور چند منتخب اشعار بھی دیے ہیں۔ یہ امر قابلِ ذکر ہے کہ نیاز فتحپوری نے آصف الدولہ کی شعر گوئی پر باقاعدہ مضمون قلم بند کر رکھا ہے، جس میں انھوں نے کلامِ آصف الدولہ کے ایک خطی نسخے کی مدد سے ان کی شعر گوئی پر تفصیل سے لکھا ہے۔(۱۹) لکھتے ہیں:

> ان کا جو قلمی کلیات میری نظر سے گزرا ہے، بڑی تقطیع کے سینکڑوں صفحات پر مشتمل ہے اور تمام اصنافِ سخن اس میں پائے جاتے ہیں۔ سب سے پہلے تقریباً ایک ہزار سے زیادہ اشعار کی مثنوی، حمد اور نعت و منقبت میں ہے۔ اس کے بعد چوبیس پچیس غزلیں فارسی کی ہیں اور مختلف اساتذہ فارسی و اردو کی غزلوں پر تضمین کی ہے۔۔۔ غزلوں کا حصہ کئی سو صفحات پر حاوی ہے اور مشکل سے کسی غزل میں دو چار شعر ایسے ہوں گے جو انتخاب میں نہ آسکیں۔(۲۰)

نجم الغنی رام پوری نے تاریخ اودھ میں آصف الدولہ کی شعر گوئی پر مفصل رائے دی ہے۔ لکھتے ہیں:

> نواب آصف الدولہ اردو میں بھی شعر کہتے تھے۔ سید محمد میر متخلص بہ سوز کے شاگرد تھے۔ نواب کی غزلوں میں بالکل استاد کا رنگ ہے، جن کی انشا پردازی کا حسن تکلف اور صنائع مصنوعی سے بالکل پاک

ہے۔اس خوش نمائی کی مثال ایسی ہے جیسے ایک گلاب کا پھول ہری بھری ٹہنی پر کٹوراسا دھرا ہے اور سر سبز پتوں میں اپنا اصلی جوبن دکھا رہا ہے۔ جن اہلِ نظر کو خدا نے نظر باز آنکھیں دی ہیں، وہ جانتے ہیں کہ ایک حسنِ خداداد کے سامنے ہزاروں بناوٹ کے بناؤ سنگار قربان ہوا کرتے ہیں۔ وہ جیسے سیدھے سادھے مضمون باندھتے تھے، ویسے ہی آسان آسان طرحیں بھی لیتے تھے۔ ان کے شعر کا توام فقط محاورے کی چاشنی پر ہے۔ اضافت، تشبیہ، استعارہ، فارسی ترکیبیں ان کے کلام میں بہت کم ہیں، جن کے لیے استعدادِ علمی کے ساتھ طبیعت میں زور اور فکر میں قوت غور ضرور ہے۔تاریخ مظفری میں لکھا ہے کہ آصف الدولہ فارسی زبان میں بھی شعر کہتے تھے اور علم سیَر و تاریخ میں اچھی مہارت رکھتے تھے۔ ان کے اردو اشعار یہ ہیں۔۔۔[اشعار حواشی میں ملاحظہ کیجیے](۲۱)

اردو شعرا کے متعدد تذکروں میں آصف الدولہ کی شعر گوئی کے ذکر، کہیں مختصر کہیں قدرے مفصل، کے ساتھ ساتھ مناسب تعداد میں اشعار کا اندراج بھی مل جاتا ہے۔ یہاں صرف انھی آرا کا تذکرہ ہے جو نوّاب کی شعر گوئی سے متعلق ہیں کیونکہ بیشتر تذکروں میں ان کی سیاسی و ثقافتی سرگرمیوں پر زیادہ اظہارِ خیال کیا گیا ہے۔(تذکرہ نگاروں کی آرا مع انتخابِ اشعار، حواشی میں ملاحظہ کیجیے)

عمدۂ منتخبہ میں لکھا ہے کہ ان کی طبیعت اکثر ریختہ گوئی کی جانب مائل رہتی ہے اور شعرا کی قدر دانی و سرپرستی بھی جاری رہتی ہے۔(۲۲)قطب الدین باطن نے نوّاب کی شعر گوئی پر براہ راست تو کچھ نہیں لکھا البتہ شعرا کی قدر شناسی اور نواب کی اپنی سخن گوئی کی جانب مختصر اشارہ کیا ہے(۲۳)طبقات الشعرا میں فنِ شعر میں نواب کی جودتِ طبع کی جانب اشارہ کیا گیا ہے نیز لکھنؤ میں سخن وری کی روایت کی پرداخت میں آصف الدولہ کی سرپرستی کو تحسین کی نظر سے دیکھا ہے۔(۲۴)سعادت خان ناصر نے میر سوز سے پہلے میر محمد علی وہم سے بھی مشورۂ سخن کرنے کا ذکر کیا ہے۔(۲۵)گلشنِ بے خار میں بھی فنِ شعر سے الفت رکھنے نیز شعرا کی قدر دانی کا ذکر ہے۔(۲۶)مجموعۂ نغز میں بھی ایسی ہی رائے دی گئی ہے۔ نیز اکیس اشعار بھی درج کیے ہیں۔(۲۷) مصحفی نے تذکرۂ ہندی میں شاعری کے ساتھ ساتھ دیگر علوم پر دسترس کا تذکرہ بھی کیا ہے۔(۲۸) کریم الدین، مردان علی خاں مبتلا کی آرا بہت مختصر ہیں۔(۲۹)

نیاز فتح پوری آصف الدولہ کی غزل گوئی سے متعلق یہ رائے دیتے ہیں:

آصف کی زبان نہایت سلیس، اندازِ بیان حد درجہ سادہ، جذبات ہلکے قسم کے عاشقانہ ہیں اور رنگِ شاعری گفتگو کرنے کی حد سے آگے نہیں بڑھتا اور ظاہر ہے ایسے شاعر کے کلام میں دقتِ مضامین یا

بلندی ڈھونڈھنا بے کار ہے لیکن ردیف و قوافی کے سلسلہ مین اس نے اپنی دشوار پسند طبیعت کے سارے حوصلے نکال لیے، چنانچہ بعض ردیف و قوافی ملاحظہ ہوں: جواب تلخ، حساب تلخ؛ صنم یا قسمت، عجم یا قسمت؛ گفتگو آتش کا پرکالہ، رُوبرُو آتش کا پرکالہ؛ بادام لذیذ، ناکام لذیذ؛۔۔۔یقیناً آصف کے کلام میں درد کے جذبات کی گہرائی، یا میر کے سوز و گداز کی برشتگی نہیں پائی جاتی لیکن اس سے انکار ممکن نہیں کہ معاملاتِ محبت اور وارداتِ الفت سے وہ کسی جگہ نہیں ہٹا۔ وہی سہل و سرسری اظہارِ الفت، وہی سادہ بیانِ ہجراں اور وہی تمام باتیں جو عام طور پر دنیائے محبت میں شکر و شکوہ کے طور پر بیان کی جاتی ہیں، آصف کے کلام کی خصوصیات ہیں۔(۳۰)

زیرِ نظر قلمی نسخے میں شامل غزلیات پر بھی یہی رائے صادق آتی ہے۔ زمینوں اور ردیف و قوافی کے انتخاب میں خاصی رنگارنگی ملتی ہے۔ چند ایک مثالیں ملاحظہ ہوں: رِہادل ہائے دل افسوس دل، جدا دل ہائے دل افسوس دل؛ صہبا اہاہاہا اہاہاہا، جھمکا اہاہاہا اہاہاہا؛ حاجات واقعی، مکافات واقعی؛ یار کس کا ہے، غبار کس کا ہے؛ انجام کسی سے، پیغام کسی سے؛ شبنم چشم سے، عالم چشم سے؛ چُرائیں آنکھیں، لگائیں آنکھیں؛ پائیدار گرہ، یادگار گرہ۔

کلام میں بے ساختگی کا عنصر زیادہ ہے لیکن متعدد مقامات سے متبادر ہوتا ہے کہ اشعار کہہ کر دوبارہ انھیں دیکھنا مناسب نہیں سمجھتے ہوں گے۔ بہت سے الفاظ و تراکیب کی بآسانی بہتر متبادلات آسکتے تھے۔ کچھ مقامات پر غرابتِ الفاظ بھی راستہ روکتی ہے نیز چند الفاظ اپنے شاذ معنی میں بھی استعمال کیے ہوئے ملتے ہیں۔

لسانی اعتبار سے ان غزلیات کا جائزہ لیتے ہوئے چند ایک نکات بھی سامنے آتے ہیں۔ زبان کی قدامت کے آثار نمایاں ہیں۔ 'سیں'، 'سیتی'، 'ستی' بمعنی 'سے' استعمال ہوئے ہیں۔ 'وو'، 'کو'، 'کوں'، 'تئیں' کا استعمال بھی ملتا ہے۔ 'نئیں'، 'نہیں' کا متبادل بھی ہے اور 'ورنہ' اور 'اگر' کے معنی میں بھی آیا ہے۔ 'وو نہیں' بہ معنی 'وہیں' ملتا ہے۔ 'ٹک' اور 'تِس' کا استعمال بھی ملتا ہے۔ دو ایک جگہ افعال میں 'ہمزہ' کا قائم مقام 'و' کو لایا گیا ہے، جیسے 'روئیں' کی جگہ 'رووِیں'۔ ایک قابلِ ذکر نکتہ 'اور' کا 'او' بھی لکھا جانا ہے۔ اصل میں 'اور' کے 'او' ہو جانے کا تعلق تو تکلم سے ہے لیکن تحریر میں تکلم کی ہو بہو پیروی کرنے میں 'اور' کا 'او' لکھا جانا ممکن ہے۔ 'اور' کے اس انداز میں لکھے جانے کے اور شواہد بھی ملتے ہیں۔(۳۱) ایک مقام پر 'کر' کا خاصا مختلف استعمال ملتا ہے۔ جیسے:

دل ہمارا خانۂ اللہ کر مشہور تھا سو بتوں کے عشق میں اب یہ بھی بت خانہ ہوا

یعنی ہمار دل خانہ خدا کے طور پر مشہور تھا۔

ذیل میں آصف الدولہ کے منتخب اشعار دیے جارہے ہیں، جن سے درج بالا نکات کی مزید وضاحت بھی ہو سکے گی اور آصف الدولہ کا رنگِ سخن بھی سامنے آسکے گا۔

طالب ہو وہاں آن کے کیا کوئی صنم کا
ہو جس کو بھروسا نہ جہاں ایک بھی دَم کا

آیا جو نشہ مَے کا تو شب آنکھوں میں اس کی
سو رنگ سے بد مستی کا رنگ آن کے چمکا

آباد ملکِ دل وہ یارو کہاں رہے گا
جس جا پہ درد و غم کا نِت کارواں رہے گا

اے کاش مر ہی جاویں تو تہلکوں سے چھوٹیں غیر
در پَے ہمارے کب تک یہ آسماں رہے گا

پر لطف کرے ہم پہ ستم یا قسمت
تھا نصیبوں میں ہمارے یہ صنم یا قسمت

لگتی نہیں پلک سے میری اب ذرا پلک
آنے کا اس کے جب سے مجھے انتظار ہے

اے شہ سوار اس کو بھی کر لے تو اب شکار
یہ صیدِ دل بھی عمر سے امّیدوار ہے

ظالم تری خدا نے بنائی ہے اَور چشم
جس چشم کو نہ پہنچے کبھو سو کرور چشم

تیرے ہی دیکھنے کو خدا نے یہ دی ہے آنکھ
تجھ کو جو کوئی نہ دیکھے تو ہو اس کی کور چشم

دامِ الفت میں پھنسا دل ہائے دل افسوس دل
اب نہ ہووے گا رِہا دل ہائے دل افسوس دل

آہ و نالے کی صدا بھی اب تو آنے سے رہی
مر گیا شاید میرا دل ہائے دل افسوس دل

پھر تو آصف غیر سے کس بات کی کیجے امید
جب کہ اپنا دے دغا دل ہائے دل افسوس دل

صبر نے دل نے جگر نے آنکھوں نے طاقت نے آہ
سب نے تم بِن باری باری دشمنی ہم سات کی

شبنم نہیں ہے برگِ گُل اوپر چمن کے بیچ
آصف گرا ہے اشک کسی بے قرار کا

غیر از خارِ ستم کچھ نہ اُگا اور کہیں
کِشتِ الفت میں پھرا اَشک میں بوتا بوتا

رفتہ رفتہ ہوا آخر کے تئیں کو مفلس
نقد کو عمر کے میں ہجر میں کھوتا کھوتا

ہوا ہے سبز کیا صحرا اہاہا ا ہاہا
گل و گلذار سب پھُولا اہاہا اہاہا

ہُوا دونوں جہاں سے بے خبر میں آج اے ساقی
پلائی زور ہے صہبا اہاہا اہاہا

مری آنکھوں سے اے ظالم تو آ کر دیکھ تو یک دم
لگا ہے زور ہی جھمکا اہاہا اہاہا

جُنوں پیدا ہوا بارے اُ ہو ہو ہو اُ ہو ہو ہو
ہوا دیوانہ پن برپا اہاہا اہاہا

جو کچھ کہو سو حضرتِ انسان ہے بجا
بن گئی ہے یہ بھی زور طلسمات واقعی

دل تو بہت لیے ہیں تم نے ہر ایک جا سے
اس میرے دل کا صاحب کچھ امتیاز کرنا

دو چار دن میں ظالم ہووے گی خط کی شدت
یہ حسن عارضی ہے اس پر نہ ناز کرنا

فائدہ کیا ہے اب بگڑنے کا — کون تھا جس سے تو ملا نہ کیا
یہ ہمیں تھے کہ ان جفاؤں پر — پھر کبھی تجھ ستی گلا نہ کیا
کون سی شب تھی ہجر کی آصف — کہ یہ دل شمع ساں جلا نہ کیا
ہم نے قصہ بہت کہا دل کا — نہ سنا تم نے ماجرا دل کا
اپنے مطلب کی سب ہی کہتے ہیں — نہیں ہے کوئی آشنا دل کا
صبا کہیو زبانی میری ٹک اس سرو قامت کو — کہ جب سے دل لیا آئے نہ پھر صاحب سلامت کو
میں جانتا ہوں کہ ہرگز مجھے نہ بھولو گے — رہے گی بند تمھارے میں یادگار گرہ
کبھی تو ہمارے بھی ڈھب چڑھ رہو گے — جو سوچو رکے دن، تو اِک شاہ کا ہے
رہی حسرت ہمیں اے جان دمِ مرگ تلک — ایک دن تم نے نہ کی ہنس کے کبھو پیار کی بات
اس ادا سے مجھے سلام کیا — ایک ہی آن میں غلام کیا
نامہ ترا میں لے کر منہ دیکھ رہ گیا تھا — معلوم نئیں کہ قاصد کیا مجھ کو کہہ گیا تھا
پہلے جو آنسو دیکھا لوہو سا لال تم نے — ناصح وہ دل ہمارا خون ہو کے بہہ گیا تھا
قاصد تُو لیے جاتا ہے پیغام ہمارا — پر ڈرتے ہوئے لیجیو وھاں نام ہمارا
صیاد یوں سنا ہے کہ جتنے تھے ہم صفیر — صدقے گلوں کے کر کے سبھوں نے اڑا دیے
اک ہم ہی رہ گئے ہیں جو تو ہم کو چھوڑ دے — جاویں ترے تئیں کو یہاں سے دعا دیے
آصف نہ چھوڑ دستِ سخاوت کو زینہار — لایا ہے کچھ نہ سات ، نہ جاوے گا تُو لیے

ذیل میں برٹش لائبریری، لندن کے نسخے میں موجود آصف الدولہ کی اردو غزلیات کا متن ترتیب دیا گیا ہے ۔ دیگر اصناف اور فارسی کلام کا متن علیحدہ ترتیب دیا جائے گا۔ نمایاں املائی خصائص وہی ہیں جو عام طور پر اس دور کے خطی نسخوں کا امتیاز ہیں۔ 'ک' کی مانند 'گ' کی کشش کا ایک ہونا، ہائے ہوّز اور ہائے مخلوط / یائے مجہول و معروف میں فرق نہ کرنا، الفاظ کو جوڑ کر لکھنا، وغیرہ وغیرہ۔ البتہ کہیں کہیں اِعراب کا التزام ضرور نظر نواز ہوتا ہے۔ دوسری طرف اکثر مقامات پر اعراب بالحروف سے بھی کام لیا گیا ہے۔ کہیں کہیں 'وہ' کی کتابت 'وو' بھی ملتی ہے۔ 'تجھ' اور 'مجھ' کو 'تج'/'مج' لکھا گیا ہے۔ اس کے برعکس بیشتر جگہ پر 'سچ' کو 'سچہ' اور 'سامنے' کو 'سامھنے' کتابت کیا گیا ہے۔ 'تئیں' کو 'تہیں' بھی لکھا گیا ہے۔ زیرِ نظر متن میں غزلیات کی ترتیب کو بر بنائے مخطوطہ ہی رہنے دیا گیا ہے۔

چند ایک مقامات پر تحریری صورت میں امالہ نہیں کیا گیا تھا، وہاں امالہ کر دیا گیا ہے۔ پرانے زمانے کا یہ چلن تھا کہ لکھنے والے تحریر میں متعلقہ لفظ امالہ کیے بغیر لکھتے تھے جب کہ گفتگو میں وہی الفاظ امالہ کر کے بولتے تھے۔ اسی طرح 'تیرا'، 'تیری'، 'میرا'، 'میری' یا ان جیسے اور الفاظ مکتوبی صورت میں 'ی' کے ساتھ لکھے جاتے تھے جبکہ بربنائے وزن انھیں 'ترا'، 'تری'، 'مرا'، 'مری' پڑھا جاتا تھا۔ یہاں بھی یہی کیفیت پائی جاتی ہے۔ ایسے مقامات پر ان الفاظ کو بربنائے وزن بغیر 'ی' کے لکھ دیا گیا ہے۔ جن مقامات پر 'وھاں' آیا ہے، وہاں ہائے مخلوط ہی مراد ہے، ہائے مختفی مراد نہیں لی گئی۔ یہی صورت 'نہیں'/'نھیں' کے سلسلے میں بھی ہے۔ اعراب بالحروف کی پیروی نہیں کی گئی البتہ جہاں تہاں 'جیدھر' آیا ہے، وہاں یائے معروف کے ساتھ ہی وزن میں پورا آتا ہے۔

ترتیبِ متن کے دوران جہاں کہیں اوزان کا مسئلہ نظر آیا ہے یا مطلب خبط ہوتا ملتا ہے، وہاں قلّابین میں یا تو [کذا] یا قیاسی تصحیح سے کام لیا گیا ہے۔ دو ایک مقامات پر کوشش کے باوجود خواندگی ممکن نہیں ہو سکی، وہاں تین ختمے '۔۔۔' لگا دیے گئے ہیں۔ چند ایک الفاظ کے قدرے غیر مانوس معانی کلام کے اختتام پر الف بائی ترتیب میں درج کر دیے گئے ہیں۔

غزلیاتِ آصف الدولہ

طالب ہو وہاں آن کے کیا کوئی صنم کا
ہو جس کو بھروسا نہ جہاں ایک بھی دَم کا
کیا میں تجھے احوال دل و جاں کا بتاؤں
اب میں تو ارادہ کیے بیٹھا ہوں عَدَم کا
کیں لاکھوں ہیں تدبیر میاں ہم نے ولیکن
چھُوٹا نہ یہ دل باندھا ہوا زلف کے خم کا
یا وصل ہو یا موت کوئی طرح تو ہووے
کب تک رہوں پامال میں اس درد و اَلَم کا
جلنے نہ دیا آتشِ غم سے جگر اور دل
کیا کیا کہوں احسان میں اس دیدۂ نم کا
آیا جو نشہ مَے کا تو شب آنکھوں میں اس کی
سو رنگ سے بد مستی کا رنگ آن کے چمکا
وصل اس کا میسر نہیں سچ کہتا ہے آصفؔ
کیوں اپنے تئیں رکھتا ہے مصروف تو غم کا

آباد ملکِ دل وہ یارو کہاں رہے گا
جس جا پہ درد و غم کا نِت کارواں رہے گا
اے کاش مر ہی جاویں تو تہلکوں سے چھوٹیں
در پَے ہمارے کب تک یہ آسماں رہے گا
پھر اپنی زیست کیوں کر ہووے گی اس جہاں میں
اے مہرباں جو تو بھی نامہرباں رہے گا

تلوار کھینچ کر اب قضیہ ہی منفصل کر
کب تک اس آرزو میں یہ نیم جاں رہے گا

کاہے کو تیرے ہاتھوں جینا ہمارا ہو گا
اے دل جو یونہی تیرا آہ و فغاں رہے گا

آصف نہ چین ہو گا ہرگز ہمارے جی کو
جب تک ہمارے دل میں عشقِ بُتاں رہے گا

پوچھتے کیا ہو مرے تم دلِ دیوانے سے
عشق کی رمز کو پوچھو کسی فرزانے سے

روز کے دُکھ سے چُھٹا رات کے جلنے سے رہا
دوستی شمع نے کی دوستو پروانے سے

جی نکل جاوے گا ظالم مرا اب جانے سے
یہاں نہ آنا ہی بھلا تھا تیرا اِس آنے سے

دل بجا لاوے گا جو کچھ اسے کیجے ارشاد
یہ تو باہر نہیں کچھ آپ کے فرمانے سے

یوں یکایک جو ہوئے اس کے جگر کے ٹکڑے
نہیں معلوم کہا زلف نے کیا شانے سے

ضبط لازم ہے جبھی تک کہ نہ ہو آنکھ میں اشک
اب تو بھر آیا ہے دل اشک کے بھر آنے سے

رو لے دل کھول کے تو اس گھڑی آصف اپنا
نہیں گھٹ جائے گا دم اشک کے پی جانے سے

سنو کہتا ہوں تم گر یار کو سرشار پاؤ گے
تو بچنا فرض ہے اس سے نہیں آزار پاؤ گے

یہ جب تک گھر میں رہتا تھا تو کچھ خطرہ نہ تھا مجھ کو
پر اب جس وقت ڈھونڈو برسرِ بازار پاؤ گے

اگر آنے کا اس کوں عیب ہے تو میرے ہی گھر کا
نہیں گھر میں رقیبوں کے اسے ہر بار پاؤ گے

وہی دن ہے ہمارے قتل کا تم یار کو جس دن
گلے میں سرخ جوڑا ہات میں تلوار پاؤ گے

پیام آصف کا تم پر بوج [بوجھ]ہے پہنچائیو اس کو
غرض کہتا ہوں میں سب سے اگر تم یار پاؤ گے

غیر پر لطف کرے ہم پہ ستم یا قسمت
تھا نصیبوں میں ہمارے یہ صنم یا قسمت

یار تو یار نہیں بخت ہیں سو اُلٹے ہیں
کب تلک ہم یہ سہیں درد و الم یا قسمت

کوچہ گردی سے اسے شوق ہے لیکن کاہے
اس طرف کو نہیں رکھتا وہ قدم یا قسمت

کوچۂ یار میں تھوڑی سی جگہ دے اے بخت
مانگتا تجھ سے نہیں ملکِ عجم یا قسمت

جان و دِ ل میں سے نہیں ایک بھی اب نیک نصیب وہ تو کم بخت ہوئے آ کے بہم یا قسمت
آصؔف اب اور لگے کرنے ترقّی دن رات شامتِ بخت ہوئی میری تو کم یا قسمت

ملنے کوتجھ سے دل تو مرا بے قرار ہے تُو آ کے مِل نہ مِل یہ ترا اِختیار ہے
جس جس کے پاس دوستو جس جس کا یار ہے بہتر چمن سے گھر میں اسی کے بہار ہے
تُم زخمِ دِل کی میرے خبر پوچھتے ہو کیا تیر نگاہ دل کے تو اب وار پار ہے
گر دشمنی پہ دوست نے باندھی مری کمر دشمن ہے اب جو کوئی مرا دوست دار ہے
لگتی نہیں پلک سے میری اب ذرا پلک آنے کا اس کے جب سے مجھے انتظار ہے
اے شہ سوار اس کو بھی کر لے تو اب شکار یہ صیدِ دل بھی عمر سے امّیدوار ہے
یہ کچھ تو حال تیرے دوانے کا اب ہوا جیدھر کو جاوے آہ اُسے مار مار ہے
اے گُل تجھے عزیز ہوں رکھتا میں اس لیے یعنی کہ تجھ میں ایک رمق بوئے یار ہے
آصف خدا کے واسطے مت دے بتوں کو دل یہ وہ ہیں جن کے قول کا کیا اعتبار ہے
یہ کس کے دل کو چھین کے کرتے ہیں پائمال ان ظالموں کا آہ یہی کاروبار ہے

ظالم تری خدا نے بنائی ہے اَور چشم جس چشم کو نہ پہنچے کبھو سو کرور چشم
تیرے ہی دیکھنے کو خدا نے یہ دی ہے آنکھ تجھ کو جو کوئی نہ دیکھے تو ہو اس کی کور چشم
دیکھے نہ جلوہ یار کا وہ آنکھ تو نہیں رکھتے ہیں ورنہ یوں تو سبھی مار و مور چشم
کیوں کر دو چار مجھ سے وہ ہو سچ ہے یہ مثل کرتا نہیں ہے سامنے آنکھوں کو چور چشم
دولت سے میں اسی کی ہوا ہوں قریبِ مرگ رو رو کے اب دکھاتی ہیں مجھ کو یہ کور چشم
آصؔف ہے تیرے یار کی جس کیفیت سے آنکھ دیکھی نہ ایسی دیکھیں ہیں ورنہ کرور چشم

دامِ الفت میں پھنسا دل ہائے دل افسوس دل
اب نہ ہووے گا رِہا دل ہائے دل افسوس دل

وہ اسے کیا کیا کہے اور یہ سر کتا ہی نہیں
ہو گیا یوں بے حیا دل ہائے دل افسوس دل

ملتے ہی ظالم نے مجھ کو چھوڑ کر یوں یک بہ یک
ہو گیا مجھ سے جدا دل ہائے دل افسوس دل

آہ و نالے کی سدا بھی اب تو آنے سے رہی
مر گیا شاید میرا دل ہائے دل افسوس دل

کس طرح اس سے بنے گی وہ بہت ہے بے وفا
اور مِرا ہے با وفا دل ہائے دل افسوس دل

میں نے کتنا دل کو سمجھایا کہ اب بھی عشق سے
باز آ دل باز آ دل ہائے دل افسوس دل

سو نہ مانا دل نے اور سودے میں آخر عشق کے
یوں دوانا ہو گیا دل ہائے دل افسوس دل

چھوڑ کر میرے تئیں اور پاس ظالم کے رہے
اور سہے جور وجفا دل ہائے دل افسوس دل

پھر تو آصف غیر سے کس بات کی کیجے امید
جب کہ اپنا دے دغا دل ہائے دل افسوس دل

جی میں ہے آصف کے جب مے ٹپکے تو مخمور ہو
یہ ترے قربان ہو اور تُو کہے چل دور ہو

نہ پایا اسے ہم جہاں ڈھونڈتے ہیں
وہ ہے بے مکاں ہم مکاں ڈھونڈتے ہیں

بھلا کس طرح اس کو وھاں پائے آصف
جو دل گم ہوا ہم نشاں ڈھونڈتے ہیں

کیوں خفا رہتے ہیں آپھی آپ ہم کیا جانیے
کس کے باعث خوش لگے ہے درد و غم کیا جانیے

دیکھیں اب کس کس کے تن پر سر ہوا ہے بارِ دوش
تیغ کیوں اس کی ہوئی ہے پھر علم کیا جانیے

جس جگہ آنسو گرے ہے آبلہ پڑ جائے ہے
آب سے آتش ہوئی کیوں کر بہم کیا جانیے

جب کہیں گھر سے وہ جاتا ہے یہی کہتا ہوں میں
کس کی آنکھوں پر رکھے ہوں گے قدم کیا جانیے

چاہتا ہوں یا نہیں پر دوستو حیران ہوں
پوچھتا ہے مجھ سے وہ کیوں دم بہ دم کیا جانیے

پڑھتے پڑھتے اس نے کر ڈالا جو میرے خط کو چاک
بے خودی میں ہو گیا تھا کیا رقم کیا جانیے

یک بہ یک مت بھول پڑیو آصف اس کی بات پر
سچ کہے ہے یا تجھے دیتا ہے دم کیا جانیے

تم سے دل نے کر کے یاری دشمنی ہم سات کی
اپنی تو اس نے سنواری دشمنی ہم سات کی

پوچھ کر یک بار تم نے دل کو دونا دکھ دیا
دوست داری نے تمھاری دشمنی ہم سات کی

صبر نے دل نے جگر نے آنکھوں نے طاقت نے آہ
سب نے تم بِن باری باری دشمنی ہم سات کی

حال دل اپنا کسی ہی پر نہ تھا معلوم حیف
آنکھوں نے کر کر کے زاری دشمنی ہم سات کی

پہلو میں ہم کُوں بٹھایا روبرو غیروں کو واہ
در لباسِ دوست داری دشمنی ہم سات کی

ابتدا سے آج تک تم نے کیا جو جو سلوک
دوستی تو کیا تھی ساری دشمنی ہم سات کی

تیرے تئیں لے جا کے آصف ہم بہت پچھتائے وھاں
تو نے کر کے بے قراری دشمنی ہم سات کی

جس دن سے یار مجھ سے وہ شوخ آشنا ہوا
رسوا ہوا خراب ہوا مبتلا ہوا

پہلے تو با وفا مجھے دکھلایا آپ کو
جب دل کو لے چکا تو یہ کچھ بے وفا ہوا

افسوس کیوں کرے ہے ہمیں قتل کر کے تو
ہم سا جو ایک مر گیا پیارے تو کیا ہوا

تیغِ فراقِ یا ر کا مجروح ہو کے میں
پھرتا ہوں خاک و خوں میں سدا لَوٹتا ہوا

آصف ہمیشہ دل کو نصیحت کروں تھا میں
کہنا مِرا نہ مانا یہ جا مبتلا ہوا

سینے میں داغ ہے طپشِ انتظار کا
اب کیا کروں علاج دلِ داغ دار کا

اس سے مجھے ملاؤ کہ مرتا ہوں ہجر میں صیاد اب
باعث ہے زندگی کا مِری وصل یار کا

تو چھوڑ دے آئی ہے فصلِ گُل
دیکھوں گا ہائے کیوں کے تماشا بہار کا

شاید تمھارے دِیں میں ہے اے دل بَرو رَوا
دل چھین لینا عاشقِ سینہ فگار کا

شبنم نہیں ہے برگِ گُل اوپر چمن کے بیچ
آصف گرا ہے اشک کسی بے قرار کا

میں کہا شوخ بڑا ہے تو کہا تجھ کوں کیا
جب کہا لطف یہ کیا ہے تو کہا تجھ کوں کیا
جب کہا میں نے کہ تم گھُرکی سِوا بولتے نھیں
جان یہ کون ادا ہے تو کہا تجھ کوں کیا
جب کہا میں نے ترے حُسن کا شہرہ اے صنم جب
سارے عالم میں پڑا ہے تو کہا تجھ کوں کیا
کہا میں نے کہ بِن گالی نہیں بولتے تم
کچھ بھلا اس میں مزا ہے تو کہا تجھ کوں کیا
جب کہا میں نے کہ مت بیٹھیے اغیار کے ساتھ
بیٹھنا ان میں برا ہے تو کہا تجھ کوں کیا
جب کہا میں نے کہ آصف وہ تیرا عاشقِ زار
غم و محنت میں پڑا ہے تو کہا تجھ کوں کیا

مر گیا غم میں ترے ہائے میں روتا روتا
جَیب و دامن کے تئیَں اشک سے دھوتا دھوتا
غیر از خارِ ستم کچھ نہ اُگا اور کہیں
کِشتِ الفت میں پھرا اَشک میں بوتا بوتا
رفتہ رفتہ ہوا آخر کے تئیَں کو مفلس
نقد کو عمر کے میں ہجر میں کھوتا کھوتا
گرچہ فرہاد تھا اور قیس جُنوں میں مشہور
ایک دن میں بھی پہنچ جاؤں گا ہوتا ہوتا
چونک آصف نے بنایا عجب اپنا احوال
اٹھ گیا پاس سیں تو صبح جو سوتا سوتا

ہوائے سبز کیا صحرا اہاہا اہاہا
گل و گلذار سب پھُولا اہاہا اہاہا
ہُوا دونوں جہاں سے بے خبر میں آج اے ساقی
پلائی زور ہے صہبا اہاہا اہاہا
مری آنکھوں سے اے ظالم تو آ کر دیکھ تو یک دم
لگا ہے زور ہی جھمکا اہاہا اہاہا
جُنوں پیدا ہوا بارے اُ ہو ہو ہو اُ ہو ہو ہو
ہوا دیوانہ پن برپا اہاہا اہاہا
نہ ہوں کیوں کر میں خوش وقت بتلاؤ بھلا یارو
مرے گھر آج یار آیا اہاہا اہاہا
عجب جوش و خروش آصف میں پایا عشق کا میں نے
کہوں احوال کیا اس کا اہاہا اہاہا

ناصح کے تئیَں سنایئے کیا بات واقعی
غیر از یہی کہ قبلۂ حاجات واقعی
احوال کل رقیب کا معلوم ہوا ہمیں
کہتے ہیں اس کو لوگ جو بدذات واقعی

کوئی اور شیخ جی کو نہ چھیڑو مجھے کہو   -------- مرے ہات واقعی
جی میں کروں ہوں شکوہ تمھارا جہاں تہاں   تحقیق سچ بجا ہے کرامات واقعی
جو کچھ کہو سو حضرتِ انسان ہے بجا   بن گئی ہے یہ بھی زور طلسمات واقعی
جاتا تو دوڑ دوڑ تو ہے اس گلی میں لیک   پاوے گا دل تو اس کی مکافات واقعی
آصف تو سچ کہے تھا بڑا شوخ طبع ہے   دیکھے ہیں اس کے طور اشارات واقعی

جو شمشیر تیری عَلَم دیکھتے ہیں   تو ووں ہی سر اپنا قلم دیکھتے ہیں
تجھے غیر سے جب بہم دیکھتے ہیں   نہ دیکھے کوئی جو کہ ہم دیکھتے ہیں
جو چاہیں کہ لکھیں کچھ احوال دل کا   تو ہاتھوں کو اپنے قلم دیکھتے ہیں
تو جلدی سے آ ورنہ میرے مسیحا   کوئی دم کو راہِ عدم دیکھتے ہیں
گلی میں بتوں کی شب و روز آصف   تماشا خدائی کا ہم دیکھتے ہیں

ایک آن ایک دم ترے بسمل کو چین نہیں   تو نے یہ کیا کیا کہ مرے دل کو چین نہیں

دکھ دل کے قریب ہو گیا ہے   کیا درد نصیب ہوگیا ہے
ہے تجھ ستی ربط جس کوں زیادہ دو   سو اپنا رقیب ہوگیا ہے
چار کتاب پڑھ کے زاہد   منبر پہ خطیب ہوگیا ہے
کہتا ہے ہر ایک سے وہ ظالم جب   یہ قصہ عجیب ہوگیا ہے
سے عاشق ہوا ہے آصف   میاں کتنا غریب ہوگیا ہے

ناصح ترے کہے سے نہ اس سے ملا کروں   لیکن جو دل ستاوے تو پھر اس کو کیا کروں
لازم یہی ہے جانِ من آدابِ عشق میں زاہد جو   تو جوں جوں گالیاں دے مجھے میں دعا کروں

اب کے دل چھٹے میرا تو بے گمان گر میری وضع — تسبیح تیری طرح سے میں بھی پڑھا کروں
پر رہے وہ بت تو شیخ جی ٹھہرائی اپنے جی میں — یھاں تک اسے میں پُوجوں کہ آخر خدا کروں
اے آصف جو ہو سو ہو — اُودھر تو وہ جفا کرے اور میں وفا کروں

کب تلک تیرے جدا رہنے کا غم دیکھا کریں — کب تلک دل کے تڑپھنے کا ستم دیکھا کریں
ہم کنشتِ دِل میں کر لیتے ہیں سب سیر جہاں — کہیے نابیناؤں سے وہ جامِ جم دیکھا کریں
گو ملے کوچے میں تیرے دل سے اپنے پھیر کیا — وہ ہمیں اور ہم اسے دونو بہم دیکھا کریں
ایک دن دہشت سے اٹھ کر اس سے میں نے یہ کہا — گر بُرا مانو نہیں تو تم کُوں ہم دیکھا کریں
سن کے برہم ہو لگا کہنے کہ نہ اے مہرباں — بلکہ بہتر ہے کہ آپ ایدھر کو کم دیکھا کریں
وہ میسر ہو ہمیں آصف تو کیا کیا جشن ہو — صبح سے تا شام اس کو دم بہ دم دیکھا کریں

آنکھوں سے اپنی آصف تو احتراز کرنا — یہ خُو بُری ہے ان کا افشائے راز کرنا
جاتے تو ہو پیارے اکتا کے مجھ کنے سیں — پر واسطے خدا کے پھر سر فراز کرنا
دل تو بہت لیے ہیں تم نے ہر ایک جا سے — اس میرے دل کا صاحب کچھ امتیاز کرنا
دو چار دن میں ظالم ہووے گی خط کی شدت — یہ حسن عارضی ہے اس پر نہ ناز کرنا
پھرتے ہو تم ہر اِک جا ہم بھی تو آشنا ہیں — یھاں بھی کرم کبھی اے بندہ نواز کرنا

قاصد یہ میرے سر پر کیسا عذاب لایا — آنے کی تھی توقع سو تُو جواب لایا
جانے کے بعد اس کے جوں توں کہ تھم رہا تھا — سو عشق دل کے اوپر پھر اضطراب لایا
کہتا ہے روز ناصح خوباں سے مت ملا کر — مسلا نیا یہ مجھ پر خانہ خراب لایا
کوئی جُھوٹا ہے احمق ملنا بتوں کا مجھ سے — بس جا کے بیٹھ گھر میں کس کا ثواب لایا
خورشید تھرتھرا کر کوچے سے اس کے نکلا — دہشت کے مارے آخر یہ بھی نہ تاب لایا

جلدی کے مارے اپنے دل کا کباب لایا تا لاش ہوئی گزک کی مے خوارکو جو آصف

دل دیا جی دیا خفا نہ کیا بے وفا تجھ سے میں نے کیا نہ کیا
غمِ دوری کو تیری دیکھ کے یار آج تک جان سے جدا نہ کیا
میری آنکھوں سے چھُٹتے ہی پیارے تو نے کس کس کو آشنا نہ کیا
فائدہ کیا ہے اب بگڑنے کا کون تھا جس سے تو ملا نہ کیا
یہ ہمیں تھے کہ ان جفاؤں پر پھر کبھی تجھ ستی گلا نہ کیا
کون سی شب تھی ہجر کی آصف کہ یہ دل شمع ساں جلا نہ کیا

یہ اثر آہ کیا کِیا تو نے اور الٹا خفا کیا تو نے
آشنائی کا حق تو اے پیارے خوب مج سے ادا کیا تو نے
ملنا آصف کا اب جو چھوڑ دیا بے وفا حد بُرا کیا تو نے
تھا وہ تیری ہی ذات سے واقف اس کے تیئں کیوں جدا کیا تو نے
اپنے کو آپ سے جدا کر کے غیر کو آشنا کیا تو نے

ہم نے قصہ بہت کہا دل کا نہ سنا تم نے ماجرا دل کا
اپنے مطلب کی سب ہی کہتے ہیں نہیں ہے کوئی آشنا دل کا
عشق میں ایسی کھینچی رسوائی ہو گیا شور جا بجا دل کا
اس قدر بے حواس رہتا ہے جیسے کچھ کوئی لے گیا دل کا
ایک بوسے پہ بینچتے تھے ہم تو نے سودا نہ کچھ کیا دل کا
تیرے ملنے سے فائدہ کیا ہے نہ ہو حاصل جو مدّعا دل کا

کیوں دیا آصف ستم گر کو آپ تو مدّعی ہوا دل کا

جس دم تیرے کوچے سے ہم آن نکلتے ہیں ہر گام پہ دہشت سے بے جان نکلتے ہیں
یہ آہ ہے اے یار و یا نوک ہے برچھی کی یا سینے سے تیروں کے پیکان نکلتے ہیں
رندوں نے کہیں ان کی خدمت میں بے ادبی کی جو شیخ جی مجلس سے سرسان نکلتے ہیں
یہ طفل سرشک اپنے ایسا نہ ہو میاں بہکیں بے طرح یہ اب گھر سے نادان نکلتے ہیں
کس طرح غبار اُن تک پہنچے گا بھلا اپنا آصف جو کبھی گھر سے خوبان نکلتے ہیں
یہ ضد ہے جنھیں یارو آ جاویں جو مشہد پر تو تھام کے ہاتھوں سے دامان نکلتے ہیں

کب تلک تیرے جدا رہنے کا غم کھاتے رہیں کب تلک باتوں میں اپنے دل کو بہلاتے رہیں
ہم سے بن پیچش کیے رہتی نہیں ہے زلفِ یار مثل شانے کے کہاں تک اس کو سلجھاتے رہیں
ہو بُرا یا رب رقیبوں کا یہ بد باطن مدام میرے ملنے سے جو اس مہ رُو کو بہکاتے رہیں
گر برا مانو نہیں تو، اپنا اب یہ دھیان ہے دل تیرے کوچے میں چھوڑیں اور ہم جاتے رہیں
تیرے رونے سے اب آصف لوگوں کو تکلیف ہے بس نہ رو کب تک بچارے کپڑے سکھلاتے رہیں

مِرے دل کو زلفوں کی زنجیر کیجو یہ دیوانہ اپنا ہے تدبیر کیجو
ہمیں قتل ہے یا کہ اب قید ظالم جو کچھ تُجھ سے ہو وے نہ تقصیر کیجو
میرے دل نے زلفوں میں مسکن کیا ہے یہ مہماں ہے اے شانہ ، توقیر کیجو
جلاتی تو ہے آہ تُو آسماں تک ٹک اِک اس کے دل میں بھی تاثیر کیجو
یہ آصف تمھارا ہے اے بندہ پرور اسے ہر گھڑی تم نہ دلگیر کیجو

صبا کہیو زبانی میری ٹک اس سرو قامت کو
کہ جب سے دل لیا آئے نہ پھر صاحب سلامت کو

میرے رونے کو سن کر یوں لگا جھنجھلا کے وہ کہنے
میاں یہ جان کھاتا ہے اٹھا دو اس ملامت کو

اٹھائے سو طرح کے ظلم اور جو روجفا تیری
کہا شاباش بھی تو نے نہ میری استقامت کو

جو ملنا ہو تو آ جاؤ گلے سے لگ کے سو رہیے
نہیں تو کام کیا آؤ گے اے صاحب قیامت کو

ہُوا میں خاک اے آصف نہ پہنچا اس کے دامن تک
لیے جاؤں گا ساتھ اپنے عدم تک اس ندامت کو

غم خور و غم گسار کس کا ہے
وہ مِرا شوخ یار کس کا ہے

کچھ نہ اپنے تئیں ہوا معلوم
تیر چھاتی سے پار کس کا ہے

دل تو اس بات کا برا مت مان
اس کے آگے وقار کس کا ہے

یہ جو پتھروں سے سرپٹکتا ہے
نوحہ گر آبشار کس کا ہے

کہتے ہیں جس کے تئیں بگھولا سب
دوستو یہ غبار کس کا ہے

میری ہی طرح یہ ٹھہرتا نہیں
ہائے یہ بے قرار کس کا ہے

دوست ہو پائیدار کا آصف
یارِ نا پائیدار کس کا ہے

ہم عشق کا فرماویں جو اب کام کسی سے
ہووے نہ اس آغاز کا انجام کسی سے

چاہے جو کرے ہستیِ موہوم کی سب سیر
یہ صفحہ نہیں ہونے کا اتمام کسی سے

دیوانہ ہوں اس بات کا کہتا ہے جب آؤں
جو ہووے نہ اظہار مِرا نام کسی سے

اس عمر میں یہ شوخی ہے اللہ رے باتیں
لڑتی ہے کہیں آنکھ، ہے پیغام کسی سے

وہ دن گئے ہو بھول جو شرماتے تھے اب تو
کہتے ہو کسی سے جگت، ایہام کسی سے

اے ناصحو بہتیرا تو بہلاتا ہوں اِس کو
لیکن نہیں دل کو مِرے آرام کسی سے

سب اچھے ہیں میں دیکھ چکا خوب سا آصف
پر ڈالے نہ اے یار خدا کام کسی سے

خونِ دل جس طرح ہم روتے ہیں ہر دم چشم سے　　اس طرح تو بھی کبھی روتی ہے شبنم چشم سے
آنکھ سے گرتا ہے جو کوئی پھر وہ اٹھ سکتا نہیں　　اس مِرے دل کُوں میاں مت دیکھیو کم چشم سے
اس قدر رو رو کریں گے رازِ دل افشا میرا　　یہ نہیں رکھتے ہیں یارو چشم اب ہم چشم سے
میں ہی اِک تنہا نہیں تیرا میاں بیمارِ چشم　　داد خواہوں میں ترے ہے ایک عالم چشم سے
یک بیک کب ہو سکے آصف وہ آہو چشم رام　　اب تلک کرتا ہے وہ آہو صفت رَم چشم سے

کچھ ایسے ڈھب سے پڑے تیرے دل میں یار گرہ　　کھلے نہ بادِ صبا سے بھی ایک بار گرہ
میں جانتا ہوں کہ ہرگز مجھے نہ بھولو گے　　رہے گی بند تمھارے میں یادگار گرہ
ہزاروں گالیاں کھائی نہ ٹلنا در سےترے　　اسی کو کہتے ہیں الفت کی پائیدار گرہ
جبھی کھلے جو اسے آکے شانہ سلجھاوے　　مِرے بہت رکھے ہے دل سے زلفِ یار گرہ
نہیں کچھ اس کا بھروسہ سمجھیو اے آصف　　بنی ہے یونہیں یہ دنیا حباب وار گرہ

آج اس شوخ کو آغوش میں بھر پایا ہے　　اپنے رونے میں تو اتنا ہی اثر پایا ہے
یہ ہمیں ہیں جو ترے سامنے ہوتے ہیں صنم　　نہیں کسی اور نے کب اتنا جگر پایا ہے
رُوبرُو سے ترے ٹلتا ہی نہیں اے پیارے　　آئنے نے تجھے ہم عکس مگر پایا ہے
اتنی مدت میں مِری جان تری دولت سے　　آہِ سرد اور یہ اِک دیدۂ تر پایا ہے
اُس مِرے شوخ کے دیدار کا جلوہ آصف　　وہ بڑے ہیں جنھوں نے ایک نظر پایا ہے

ملنے کی مِرے اس سے تدبیر نہ کی تو نے　　اے آہ وہاں جا کر تاثیر نہ کی تو نے
تھی زندگی اپنی ہی جو بچ گیا اے ظالم　　کچھ قتل ہمارے میں تقصیر نہ کی تو نے
قاصد اسے کیا کہیے کتنا تجھے سمجھایا　　جو تجھ سے کہا میں نے تقریر نہ کی تو نے
دیوانہ ترا آخر دیوانہ ہی ہو نکلا　　زلفوں کی میاں اس کو زنجیر نہ کی تو نے

آصف نے میاں تج کو کل کتنی نصیحت کی — پر لوحِ دِل اپنی پر تحریر نہ کی تو نے

مجھ سے اور دل سے رات دن اب جنگِ عشق ہے — اِک دن نہ صلح ٹھہری عجب رنگِ عشق ہے
کیا پوچھتے ہو مجھ سے حقیقت اے دوستو — جس جا کہ ہے دِوانہ وہاں سنگِ عشق ہے
صحبت میں بے نواؤں کی کیوں کر لگے نہ جی — جیدھر کو سنتے ہیں اُدھر آہنگِ عشق ہے
آصف غرور عشق میں کرتا تو ہے بہت — دیکھی نہیں ہے اس نے جو سرچنگِ عشق ہے
معشوق کا جفا و ستم ہر گھڑی کا ناز — کب اٹھ سکے گا اس سے وہ خود ننگِ عشق ہے

جب تلک یا رب زمین و آسماں قائم رہے — تب تلک معشوق بھی عاشق ستی باہم رہے
بس کرو رونے ستی ہوتا نہیں کچھ وصلِ یار — کب تلک شورش تمھاری دیدۂ پرنم رہے
جی میں آتا ہے جنوں کے شور کو کیجے بلند — دبدبے سے اس کے گردوں بھی کچھ ہم سے خم رہے
فائدہ کیا ہے جو ناصح مجھ کو تو کرتا ہے منع — چھوڑتا اس کو نہیں جب تک کے دم میں دم رہے
کیا سبب آصف گئے جو نہیں چلے آئے وُہیں — آج کیوں صحبت میں اس کی یار تم کچھ کم رہے

ارادہ جو دل میں تری چاہ کا ہے — بھروسہ فقط نالہ و آہ کا ہے
نہ کچھ تیرا چاہا ہونہ اپنا چاہا — وُہی ہوگا چاہا جو اللہ کا ہے
کبھی تو ہمارے بھی ڈھب چڑھ رہو گے — جو سَوچو رکے دن، تو اِک شاہ کا ہے
جو کوئی اس سے پوچھے کہ میاں کون ہے یہ — تو کہتا ہے اپنے ہی ہمراہ کا ہے
ترے رات اور دن کے رونے سے آصف — سرشتہ بڑھانا یہ نرباہ کا ہے

تیرے ملنے کی میاں میں نے قسم کھائی ہے — اس لیے چھوڑوں ہوں تجھ کو کہ تو ہر جائی ہے
دل کسی اور طرف دھیان کسی اور طرف — وضع تم نے تو یہ کچھ خوب ہی ٹھہرائی ہے
ناصحا چھوٹے ہے کوئی دشت نوردی مجھ سے — کہ یہ خدمت مجھے اب عشق نے فرمائی ہے
پوچھتے کیا ہو شبِ ہجر کی حالت یارو — میں ہوں اور رات ہے اور بستر تنہائی ہے
کس نے اس سے کہا کہیے [کہ]ہے آصف کیسا — کہنے لاگا کہ نہ پوچھو بڑا سودائی ہے

اس طرح کے جانے سے ہم جاں بلب ہی رہ گئے — نہ سنی ہم سے انھوں نے اور نہ اپنی کہہ گئے
کب تلک روویں نہ تیرے ہجر میں اے سنگ دل — لختِ دل بھی آنسوؤں کے ساتھ اب تو بہہ گئے
تو گیا جس بزم میں نامِ خدا اے شمع رُو — سیم تن غیرت کے مارے دیکھ تجھ کو رہ گئے
پاس بیٹھے یا نہ بیٹھے کچھ یہاں پر وا نہیں — ہجر کی حالت کو آصف جب کہ دلبر سہ گئے

اس واسطے جی بکھر رہا ہے — دل خانہ خراب بھر رہا ہے
اے آہ تجھے قسم ہماری — کچھ تجھ میں بھی اب اثر رہا ہے
دل مانگوں میں کس سے ہم نشینو — وہ کانوں پہ ہات دھر رہا ہے
کہتا ہے سبھی گئے گلی سے — ایک آصف نوحہ کر رہا ہے
جب تب اسے دیکھتا ہوں در پر — لے شام سے تا سحر رہا ہے
سو رہنے دو کوئی اسے نہ چھیڑو — رہنے دو اسے اگر رہا ہے

کیسا یہ آصف کو دکھ میں دے گیا — لے گیا دل لے گیا دل لے گیا
کیوں نہ ڈوبیں خانۂ مردم تمام — وہ جو میرے پاس سے اب کے گیا
کھل گیا باراں برس کے لاکھ بار — پر یہ اشکِ چشم نِت برسے گیا
اب کوئی لمحے میں آتا ہے وہ یار — دل سے سارا دن یہی کہتے گیا

تیرا روزِ ہجر میرے جی کو دکھ دے گیا رے دے گیا رے دے گیا

ناصحا کیا کہوں اس شوخ ستم گار کی بات اس نے پوچھی نہ کبھو اس دلِ بیمار کی بات
جس سے شکوہ کروں تیرا مجھے مکراتا ہے کوئی سند رکھتا [رکھتی] نہیں تیرے گرفتار کی بات
رہی حسرت ہمیں اے جان دمِ مرگ تلک ایک دن تم نے نہ کی ہنس کے کبھو پیار کی بات
کس طرح زیست ہو اپنی بھلا انصاف ہے ہم نشینو سنی اس یارِ جفا کار کی بات
میرے احوال کو سن سن کے یہ بولا آخر خوش نہیں آتی ہے آصف مجھے تکرار کی بات

اس ادا سے مجھے سلام کیا ایک ہی آن میں غلام کیا
لے گیا ننگ و نام اب مجھ سے عشق نے آخر اپنا کام کیا
یارو اس گل بدن کے تیئں ہم نے کل صبا سے یہی پیام کیا
ہم سے ملتے رہا کرو پیارے چاہ میں گرچہ اپنا نام کیا
قصۂ جاں گداز اے آصف تھوڑی سی بات میں تمام کیا

نامہ ترا میں لے کر منہ دیکھ رہ گیا تھا معلوم نئیں کہ قاصد کیا مجھ کو کہہ گیا تھا
کوچے سے اپنے تو نے مجھ کو عبث اٹھایا سب تو چلے گئے تھے اک میں ہی رہ گیا تھا
پہلے جو آنسو دیکھا لوہو سا لال تم نے ناصح وہ دل ہمارا خون ہو کے بہہ گیا تھا
کچھ بھی نہ سُوجھتا تھا اس بن مجھے تو آصف جس دن سِتی یہاں سے وہ رشکِ مہ گیا تھا

قاصد تُو لیے جاتا ہے پیغام ہمارا پر ڈرتے ہوئے لیجیو وھاں نام ہمارا
کیا تاب ہے جو سامنے ٹھہرے کوئی اس کے آفت ہے غضب ہے وہ دل آرام ہمارا

آغاز نے تو عشق کے یہ حال دکھایا اب دیکھیے کیا ہووے گا انجام ہمارا
اے چرخ اسی طرح تو گردش میں رہے گا پر تجھ سے نہ نکلے گا کبھو کام ہمارا
اے پیرِ مغاں دیکھیو آصف یہ کہے ہے خالی نہ رہے مَے سے سدا جام ہمارا

جب سے میرے دل میں آ کر عشق کا تھا نہ ہوا دل ہوش و صبر و عقل و دین کیا؟سب سے بیگانہ ہوا
ہمارا خانۂ اللہ کر مشہور تھا سو بتوں کے عشق میں اب یہ بھی بت خانہ ہوا
قصہ فرہاد و مجنوں رات دن پڑھتے تھے ہم سو تو وہ ماضی پڑا،اب اپنا افسانہ ہوا
رات دن یہ سوچ رہتا ہے مرے دل کے تئیں اے خدا یھاں سے وہ جا کر کس کا ہم خانہ ہوا
کیا حقیقت پوچھتا ہے میری تنہائی کی تو جب کہ میرے پاس سے پیارے ترا جانا ہوا
بھوک پیاس اور نیند سب جاتی رہی اے جان من بلکہ ان لوگوں میں مَیں مشہور دیوانہ ہوا
شیخ جی آیا نہ وعدے پر تو اب آصف کا یار تم تو خوش ہو گے تمھارا ہی جو فرمانا ہوا

دستِ قضا نے سوتے عدم کے جگا دیے پردے انانیت کے نہ منہ سے اٹھا دیے
ساقی سے اپنے مانگا جو میں نے کل ایک جام کافر نے ضد سے شیشے کے شیشے لُڑھا دیے
مژگاں نے تیری اب صفِ عشاق میں اے شوخ جو دل چلے تھے اَنیوں کے مارے گرا دیے
شکر خدا نہ رکھی کسی ہی کی احتیاج عریاں تنی نے عیب سب اپنے چھپا دیے
صیاد یوں سنا ہے کہ جتنے تھے ہم صفیر صدقے گلوں کے کر کے سبھوں نے اڑا دیے
اک ہم ہی رہ گئے ہیں جو تو ہم کو چھوڑ دے جاویں ترے تئیں کو یہاں سے دعا دیے
پس تھام آنسوؤں کو نہیں تجھ کو کچھ خبر آصف انھوں نے خانۂ مردم ڈبا دیے

آتا ہے تیغ ہات میں وہ جنگ جُو لیے جاتا ہوں میں بھی سر کے تئیں روبرو لیے
گلذار یک بیک جو مہکنے لگا ہے یوں سچ کہہ صبا تو پھرتی ہے یھاں کس کی بُو لیے

سوئے کبھی نہ سات ہمارے خوشی سے تم جاویں گے گور میں یہی ہم آرزو لیے
دیتا نہیں ہے چین الٰہی میں کیا کروں پھرتا ہوں رات دن دلِ بے تاب کو لیے
آصف نہ چھوڑ دستِ سخاوت کو زینہار لایا ہے کچھ نہ سات ، نہ جاوے گا تُو لیے

کرتی ہے مجھے رُسوا تقریر ترے دل کی کچھ بَن نہیں آتی ہے تدبیر مرے دل کی
جس دن سے لگا تم سے اس دن سے پریشاں ہے تم کیا کرو اے یارو تقدیر مرے دل کی
بے رحم نہ توڑ اس کو، یہ بھی ہے خدا کا گھر پھر ہو نہیں سکتی کےہ تعمیر مرے دل کی
دیکھے ہے جفا تِس پر چھٹتا ہی نہیں ہرگز کیا جانیے کیا کی ہے تسخیر مرے دل کی
کاہے کو تو رکتا ہے انصاف تو کر ظالم ثابت نہیں کچھ ہوتی تقصیر مرے دل کی
عارض سے ترے ہرگز اٹھنے نہیں دیتی ہے زلف تری پیارے زنجیر مرے دل کی
دو چار ہی نالوں میں پہنچایا مجھے اس تک کیوں دیکھی نہ اے آصف تاثیر مرے دل کی

نہیں ہے دل یہ اب دشمن بغل میں ہم نے پالا ہے کہ جس نے عاشقی کر کے کلیجہ بھون ڈالا ہے
کہا میں رو کر اس سے سن تو اے بے مہر بے پروا جوابِ صاف دینا، تُو نے یہ کیا ڈھب نکالا ہے
غبار اپنا بھلا کس طرح وھاں تک پہنچنے پاوے جہاں کچھ خاک دیکھی اس نے وھاں دامن سنبھالا ہے
کہے سے محتسب کے ترکِ مَے مت کیجیو آصف ہزاروں بار کا اپنا یہ جھوٹا دیکھا بھالا ہے

جان کیوں کھاتے ہو؟ گھر بھی جاؤ گے! ناصحو! کب تک مجھے سمجھاؤ گے
معتقد ہوں گا تمھارا ہم دمو اس ستم گر کو جو یھاں تک لاؤ گے
تند ہو کر بولتے ہو ہر گھڑی ہم جو بولیں گے تو پھر جھنجھلاؤ گے
سن کے برہم ہو لگا کہنے سنا مہرباں مجھ کو جو کچھ فرماؤ گے

ہے یقیں دل کو مرے آصف ووہیں   گالیاں منہ سے مرے تم کھاؤ گے

بسمل کسی کو رکھنا رسم جفا نہیں ہے   اور منہ چھپا کے چلنا شرط وفا نہیں ہے
زلفوں کو شانہ کیجے یا بھوں بنا کے چلیے   گر پاسِ نہ دل نہ رکھیے تو یہ ادا نہیں ہے
اک روز وہ ستمگر مجھ سے ہوا مقابل   میں نے کہا کہ پیارے اب یہ روا نہیں ہے
مرتے ہیں ہم تڑپتے پھرتے ہو تم ہر ایک جا   جانا کہ تم کو ہم سے کچھ مدعا نہیں ہے
تب سن کے شوخ دلکش جھنجھلا کے کہنے لاگا   کیا میری وضع آصف تو جانتا نہیں ہے

کہاں تو اور کہاں اے شعلہ رُو آتش کا پرکالا   نہ پاوے تیری سی شوخی کبھو آتش کا پر کالا
عجب شوخی عجب گرمی عجائب حسن ہے واللہ   نہ تو آتش نہ تو شعلہ نہ تو آتش کا پر کالا
تیری برق نگہ بجلی سی جب کوندے ہے تب اس دم   کب آ سکتا ہے اس کے رُوبرُو آتش کا پر کالا
زباں جل جاوے شعلے کی تیری باتوں کی گرمی سے   کرے کیا تاب تجھ سے گفتگو آتش کا پر کالا
اگر آتش کا پر کالا جہاں میں ہے تو تو ہی ہے   کہیں یوں خوب رُو سب آپ کو آتش کا پر کالا
ذرا اس سے سمجھ کر ملیو اے دل دیکھ کہتا ہوں   بلائے بد ہے ظالم تند خو آتش کا پر کالا
جو کچھ کہیے اسے آصف بجا ہے سچ عجب کچھ ہے   بھبوکا شعلہ آفت جنگجو آتش کا پر کالا

کس قدر رو رو کے شب کرتا تھا مذکور تیرا   وو ہی بیمار تیرا خستہ و رنجور تیرا
لے خبر اب بھی شتابی سے پہنچ ڈرتا ہوں   کشتہ ہجر نہ ہو یہ کہیں مہجور تیرا
یہ نہ آنے کے بہانے ہیں سبھی ورنہ میاں   اتنا تو گھر سے میرے کچھ نہیں گھر دور تیرا
نیچی نظروں سے تری ڈرتا ہوں کیا کچھ نہ کریں   دیکھ لینا تو یہاں سب کو ہے منظور تیرا
آنکھیں ان روزوں میں سچ کہیو لڑائی کس سے   بے طرح جھمکے ہے کچھ دیدۂ مخمور تیرا
جس کی تو یاری کرے یارِ دو جگ وہ کرے   ناصرِ ہر دو جہاں ہووے ہے منصور تیرا

شش جہت تجھ سیتی معمور ہے اللہ اللہ　جھمکے ہے چاروں طرف نامِ خدا نور تیرا
تو عجب شخص ہے اللہ جہاں سے جو گیا　نام جپتا ہی گیا تا بہ لبِ گور تیرا
تجھ سے خالی نہ کوئی پایا کہیں آصف نے　یا ہے غمگین تیرا یا وہی مسرور تیرا

اِ س سِن پہ نہ بولا کرو ہر یک سے بگڑ کر　مَل ڈالے گا طوطی سے کوئی ہونٹ پکڑ کر
گر جیتا کوئی در پہ تیرے رہنے نہ دے گا　ہم بھی تو نہ جاویں گے رہیں گے وہیں گڑ کر
بولا بھی نہیں میں تو خدا جانے ہے ظالم　مجھ سے تو عبث رُوٹھے ہے اوروں ستی لڑ کر
جب تک نہ کروں تجھ سیتی دو باتیں نہ جاؤں　بیٹھا ہوں اسی بات پہ میں آج تو اَڑ کر
تو ایک بلا آفتِ دوران ہے واللہ　میں تجھ سے بَر آؤں گا کسی طور جھگڑ کر
برہم کیا چاہے ہے مگر کفر اور دیں کو　ماتھے پہ لگایا ہے جو صندل کو رگڑ کر
گھبراؤ گے جب مجھ سے کوئی دوسرا ہوگا　سج اپنی دکھاتے جو ہو ہر یک کو اکڑ کر
یوں شیخ کی کل وجد میں سر سے گری دستار　چوں برگِ شجر بادِ خزاں سے گرے جھڑ کر
گل چین سے کہو رحم کرے بلبلِ مسکین　لے جاوے کہاں آشیاں اب یہاں سے اجڑ کر
بن قید کیے زلفوں میں تھمتا دلِ بے تاب　زنجیروں سے رکھا ہے اسے اُن نے جکڑ کر
یہ تو کہاں طاقت کے کہوں سات سلاؤ　پر راضی ہو تو سو رہوں میں پائنتی پڑ کر
آصف نہ چھٹے عشقِ بُتاں دل سے ہمارے　سو بار اگر پھیر بناوں اسے گھڑ کر

زندگی تجھ بن سراسر حسرت و افسوس ہے　بد نصیب اس کے جو تیرے ملنے سے مایوس ہے
ایک باری تیرے تیں کوئی ہو دیکھا چاہیے　پھر نہ ننگ و نام ہے نہ غیرت و ناموس ہے
ہم سے ناکارے زمین بوسی کے بھی لائق نہیں　اے خوشا وہ جن کو تیری رخصتِ پابوس ہے
کون سی مجلس تمھاری میں نے کی برہم کہ تم　کہتے ہو تو یھاں مت آ تیرا قدم منحوس ہے
نورِ حسن ہرگز چھپائے سے کبھی چھپتا نہیں　حائلِ نظّارگی کب شمع کے فانوس ہے
کس بتِ کافر کا یہ زنّار در گردن ہے آہ　نالۂ دل کی صدا چوں نغمۂ ناقوس ہے

عشق کوں اول تو آنکھیں ہی جتا دیتی ہیں لیک
کہنے کو آپس کی باتیں دل بڑا جاسوس ہے

یھاں تلک داغِ محبت دل نے کھائے ہیں کہ بس
سر سے پا تک ایک گویا صورتِ طاؤس ہے

کیا ہوس ترغیب کر سکتی ہے مردوں کے تئیں
جو ہوس آپھی زرِ ناچیز کی محبوس ہے

عالمِ فانی میں جن کو دید کی لذت ہے ٹک
ان کو کب پروائے روم اور کب خیال روس ہے

طبل کی آواز کو سمجھیں وہ طبلِ رحیل
ہے صدائے کوسِ رحلت گر صدائے کوس ہے

مست ہیں سرشار جام چشمِ ساقی سے مدام
نت خیالِ یار سے ان کو کنار و بوس ہے

ہو رہے ہیں محو ایسے، ہے کہ غیرت از نام دوست
گفت و گوئے دو جہاں کانوں سے نا مانوس ہے

بوریائے فقر پر آپس میں ہر یک وقت کا
گویا دارا و سکندر یا جم و کاؤس ہے

آصف اب رندوں میں کیجے سیر، دیکھازہد کو
یا ہے تسبیحِ ریا یا خرقۂ سالوس ہے

بجائے خویش ہر یک جست و جو میں تیری حیراں ہے
کسی کو کھوج نہیں ملتا نہ تو پیدا نہ پنہاں ہے

ہزاروں مرتے جیتے دیکھے تیرے بات کرنے سے
لبِ معجز بیان میں تیرے شاید آب حیواں ہے

جمال و حسن و عشق و عاشق و معشوق جو کچھ ہے
خدا کی قدرتِ کامل کا جلوہ سو وہ انساں ہے

کیا ہے زلف و رخ سے تو نے از بس دو جہاں مائل
تیرے دوراں میں کفر و دین بہم دست و گریباں ہے

خدا کے واسطے کچھ اپنی میری مت کسی سے کہہ
زمانہ ہے فلک ہے چرخ ہے گردون ہے دوراں ہے

ہمارے سہل ہے جو کچھ کہو ہم ہیں اسی لائق
ولے یہ گالیاں دینا تو ہی کہہ تیرے شایاں ہے

نہ پوچھ آصف کچھ اس کا حال تو مجھ سے کہ کیسا ہے
ستم گر ہے جفا جُو ہے بلا ہی آفتِ جاں ہے

ہر کسی سات میاں تو نے لڑائیں آنکھیں
ہم گنہ گار تھے جو ہم سے چرائیں آنکھیں

نرگس و آہو و بادام ہیں خوش چشم ولے
تیری آنکھوں سے کسی کی نہ بَر آئیں آنکھیں

نیچی نظروں ہی میں سو گھات کی باتیں ہو گئیں
شرم سے تو نے نہ گو سب سے مِلائیں آنکھیں

روز خوش آنکھوں سے ایک دن بھی نہ دیکھا ہم نے
روتے روتے ہی تیرے غم میں گنوائیں آنکھیں

بھر نظر پھیر کسی طرف نہ دیکھا اس نے
ایک باری بھی جسے تو نے دکھائیں آنکھیں

آنکھ ملتی ہی نہیں تجھ سے کسی کی ہرگز چشم بد دور عجب تو نے ہے پائیں آنکھیں
دیکھیو میری طرف واچھڑے اللہ اللہ یدِ قدرت سے تری حق نے بنائیں آنکھیں
تو نے ایک بار بھی پوچھا نہ کہ کیوں روتا ہے میں عبث رو رو کے لہو میں ڈُبائی آنکھیں
شوخیِ چشم کی شہرت کو تیری سن سن کر شرم سے باغ میں نرگس نے جھکائیں آنکھیں
وہ گھڑی کون سی تھی اس کو نہیں پاتا میں جس گھڑی تجھ سے ستم گر سے لگائیں آنکھیں
ضبط نالہ جو کیا ڈر سے تیری مجلس میں دم گھٹا سینے میں، نا چار بھر آئیں آنکھیں
آنکھیں کیوں سرخ ہیں کچھ مجھ پہ ہو غصے شاید یا نشہ مَے کا ہے یا دشمنوں آئیں آنکھیں
یہ تیری آنکھوں کی تاثیر نے مرنے کے بعد جائے گُل قبر ستی میری اگائیں آنکھیں
آصف اس شوخ کی الفت میں محبت کی طرح ایسے ہم روئے کہ آشوب کر آئیں آنکھیں

ہے جو مزہ سکوت میں فریاد میں کہاں پر ضبط اس قدر دل ناشاد میں کہاں

فلک بتا تو فغاں کس جلا وطن میں رہے رہے ہے کوہ میں فرہاد، قیس بَن میں رہے
یہ تھا نصیب کہ چھوڑ آشیان و باغ وبہار میں یوں قفس میں رہوں جی میرا چمن میں رہے

کیا فاش کروں غم نہاں کو پایان نہیں میری داستان کو
قصے کو نہ پوچھو میرے ہرگز یارا ہی نہیں دل و زباں کو
درپے ہیں نصیحتوں کے یا رب سمجھاؤں میں کیونکہ دوستاں کو
گو ہم نے سِلایا جیب و داماں کیا کیجیے گا چشم خوں فشاں کو
ہو گر نہ وہ شمع رو ہی تو پھر کیا آگ لگا آؤں دُودماں کو
اس کے مضمون کو نہ پہنچوں گر باندھوں زمین و آسماں کو
گزرا تھا ادھر سے کل جو شاید آیا تھا وہ میرے امتحاں کو

کیا مسّی وپان نے غنیمت پایا ہے تیرے لب و دہاں کو
آئے تو ابھی تھے میرے صاحب ایسی جلدی چلے کہاں کو
اے یارو سمجھ کے بولو اس بن میں جاؤں گا باغ و بوستاں کو
اے چشم نزار رو رو اس کے آلودہ نہ کیجو آستاں کو
آصف ابھی میں نے کیا کہا تھا ٹک بند نہیں تیری زباں کو

جو لینا ہے تو جی لے اے جان میرا پہ مجھ کو ستا مت کہا مان میرا
عزیز و کروں کیا میں دشت جنوں نے کیا ٹکڑے ٹکڑے گریبان میرا
ستم میں نے لاکھوں سہے اس کی خاطر ولے اس نے مانا نہ احسان میرا
نہیں لینے دیتا ہے آرام ایک دم ستاتا ہے دل مجھ کوں ہر آن میرا
جو لینے سے دل کے خوشی ہے تو لے جا یہ جی ہے تیرے پر سے قربان میرا
میں جاتا ہوں دل سخت کر اس کے آگے پہ ٹھہرا رہے گا نہ اوسان میرا
کہاں تک میں پونچھوں تیرے اشک آصف ہوا تربتر خوں سے دامان میرا

فرہنگ

ستی / سیتی: سے
سرچنگ: دھول، چپت
سرسان: سرسام، واہی تباہی بکنا، ورمِ دماغ
سرشک: آنسو
شانہ: کندھا
صید: شکار کیا گیا

انانیت: خودستائی، خودبینی
اَنی: برچھی، بلم کی نوک
آہو چشم: ہرن کی آنکھ والا
بارِ دوش: کاندھے کا بوجھ، سر
بارے: الغرض، آخرکار، ازبس کہ
بسمل: تڑپتاہوا، گھائل، مضطرب، زخمی

قبلۂ حاجات: ضروریات کا پورا کرنے والا

قضیہ منفصل کرنا: جھگڑے کا فیصلہ کرنا

قول: وعدہ

کرور: کروڑ، سولاکھ

کمر باندھنا: تیاری کرنا، آمادہ ہونا، پختہ ارادہ کرنا

کنشت: (مجازاً) عبادت گاہ

کور چشم: اندھا، جس کی بینائی جاتی رہے

گزک: تِل کی مٹھائی، نشے کے بعد منہ کا ذائقہ بدلنے کے لیے کوئی میٹھی چیز

گھُرکی: ڈانٹ ڈپٹ، جھڑک

مدام: ہمیشہ

مِسّی: سیاہ سفوف / منجن جو عورتیں دانتوں اور ہونٹوں پر لگاتی ہیں

مشہد: شہادت گاہ، مقتل

مکافات: بدلہ، عوض

نِت: ہمیشہ

نرباہ: نباہ، نرواہ،

نزار: بدحال

واچھڑے: کلمۂ داد و تحسین

ہم صفیر: ہم زبان، ہم آواز، ساتھی، ہم دم

بگھولا: بگولا، گردباد

بہم دیکھنا: یک جا ہونا، مہیا ہونا

بینچنا: بیچنا

پلک سے پلک لگنا: نیند کا آ جانا

پیچش: پیچ و تاب

تالاش: تلاش، کھوج

تڑپھنا: تڑپنا

تِس پر: اس پر، مزید بر آں

تہلکے: تہلکہ کی جمع، غارت گری، دہشت، ڈر، مصیبت

تیغ علم ہونا: حملے کے لیے تلوار کا لہرانا، تکلیف پہنچانا

ٹک: ذرا

جامِ جم: جمشید کا جام، مشہور ہے کہ جس میں احوالِ عالم کا مشاہدہ کیا جا سکتا تھا، جامِ جہاں نما

جگت: کاری گری، حکمت، چالاکی، ذو معنی بات

حیف: افسوس

دُودمان: خاندان، قبیلہ

دونا: دُگنا

ڈھب چڑھنا: کسی کے قابو میں آنا

رَم: فرار، اعراض، رُوگردانی

رمق: بہت کم، رہی سہی جان، شائبہ، خفیف سا اثر

زور: شدت، زیادتی، انوکھا

زینہار: زنہار، ہرگز، خبردار

حوالہ جات وحواشی

(۱) تفصیل کے لیے دیکھیے:

حیدر،سید کمال الدین،(۱۹۰۷ء)،سوانح سلاطین اودھ / تواریخ اودھ ،(جلد اول ودوم)،کان پور، مطبع نول کشور

اصفہانی، مرزاابوطالب،(۱۹۶۵ء)،وقائع زمان نواب آصف الدولہ، مرتبہ:عابدرضابیدار،رام پور،انسٹی ٹیوٹ آف اورینٹل اسٹڈیز،

قاسم علی،(۱۹۹۰ء)،تاریخ اودھ معروف بہ شاہیۂ نیشاپوریہ، مرتبہ ومترجمہ:شاہ عبدالسلام، نئی دہلی، نئی آواز،

تمنا،رام سہائے،(۱۹۸۸ء)،احسن التواریخ یعنی تاریخ صوبۂ اودھ، مرتبہ:ذکی کاکوروی، لکھنؤ، مرکز ادب اردو،

نجم الغنی رام پوری،(۱۹۱۹ء)،تاریخ اودھ(پانچ جلدیں)، لکھنؤ، مطبع منشی نول کشور

(۲) کلیاتِ آصف کے دو خطی نسخوں کی تفصیل آگے آرہی ہے۔

(۳) [یہاں یہ ذکر بھی شاید خالی از دلچسپی نہ ہو کہ وارن ہیسٹنگز، ایسٹ انڈیا کمپنی اور نواب وزیر کے درمیان بعض انتظامی و سیاسی امور پر تصفیے کے لیے ۱۷۸۴ء میں لکھنؤ آئے تھے اور ۲۷/ مارچ سے ۲۷/ اگست تک وہیں مقیم رہے۔(نجم الغنی،(۱۹۱۹ء)، تاریخ اودھ، جلد سوم، ص۲۴۰-۲۴۱) امکان ہو سکتا ہے کہ اسی دورے کے دوران انھیں یہ نسخہ تحفے میں دیا گیا ہو۔]

(4) Blumhardt, James Fuller, (1926) *Catalogue of the Hindustani Manuscripts in the Library of India Office*, Oxford, Oxford University Press, p 65

(۵) ہاشمی، نصیر الدین،(۱۹۶۱ء)،کتب خانہ آصفیہ/ اسٹیٹ سنٹرل لائبریری، حیدر آباد، آندھرا پردیش کے اردو مخطوطات، جلد اول، حیدر آباد، خواتین دکن انسٹی ٹیوٹ، ص۲۸-۲۷

(۶) ہاشمی، نصیر الدین،(۱۹۵۷ء)، کتب خانہ نواب سالار جنگ مرحوم کی اردو قلمی کتابوں کی وضاحتی فہرست، حیدر آباد، مطبع ابراہیمیہ، ص۴۱۸-۴۱۷

(۷) جالبی، جمیل(۲۰۰۷ء)،تاریخ ادب اردو، جلد دوم،لاہور، مجلس ترقی ادب، ص۵۱۵-۵۱۴

(۸) میر، میر محمد تقی،(۲۰۱۳ء)کلیاتِ میرؔ، جلد دوم، مرتبہ احمد محفوظ، نئی دہلی، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، ص ۳۴۴

[چلا آصف الدولہ بہرِ شکار　　نہادِ بیاباں سے اٹھا غبار
روانہ ہوئی فوج دریا کے رنگ　　لگا کانپنے ڈر سے شیر و پلنگ

طیور آشیانوں سے جانے لگے وحوش اپنی جانیں چھپانے لگے]

(۹) میر، میر محمد تقی، (۱۹۹۶ء) ذکر میر ، مترجمہ نثار احمد فاروقی، لاہور، مجلس ترقی ادب، ص۲۲۳۔۳۲۲

میر لکھتے ہیں: (ترجمہ) یہاں فقیر نواب عالی منزلت [آصف الدولہ] کے ساتھ ہے اور ان کی دعا گوئی میں بسر کر رہا ہے۔ بند گانِ عالی شکار کے لیے بہرائچ تک گئے۔ میں بھی رکاب میں تھا۔ ایک شکار نامہ موزوں کیا۔ دوبارہ پھر شکار کے لیے سوار ہوئے اور کوہِ شمالی [ہمالیہ] کے دامن تک تشریف لے گئے۔۔۔ تین مہینے کے بعد اپنے دارالقرار [لکھنؤ] میں آئے۔ فقیر نے دوسرا شکار نامہ کہہ کر حضور میں پڑھا۔ [نواب صاحب نے] شکارنامے کی غزلوں میں سے دو غزلیں انتخاب فرمائیں۔ بنفسِ نفیس ان کو مخمس کیا، ایسی خوبی سے جو ہونی چاہیے۔ ایک زمین میں غزل پسند آئی، اس میں دوسری غزل کی فرمائش کی۔ خدا کے فضل سے وہ بھی موزوں ہو گئی۔ زبانِ مبارک سے تعریف فرمائی اور سخن وری کی داد دی۔

(۱۰) میر، میر محمد تقی، (۲۰۱۳ء) کلیاتِ میر ، جلد دوم، مرتبہ احمد محفوظ، ص۱۶۷تا۱۶۹

(۱۱) میر، میر محمد تقی، (۲۰۱۳ء) کلیاتِ میر ، جلد دوم، مرتبہ احمد محفوظ، ص۶۰۵

(۱۲) میر، میر محمد تقی، (۲۰۱۳ء) کلیاتِ میر ، جلد دوم، مرتبہ احمد محفوظ، ص۱۵۷تا۱۶۱

(۱۳) نجم الغنی رام پوری، (۱۹۱۹ء)، تاریخ اودھ ، جلد سوم، ص۷

(۱۴) نجم الغنی رام پوری، (۱۹۱۹ء)، تاریخ اودھ ، جلد سوم،، ص۳۵۰

(۱۵) ادیب، سید مسعود حسن رضوی، (۱۹۶۸ء)، ''شاہانِ اودھ کا علمی ذوق''، مشمولہ نذرِ ذاکر ، نئی دلّی، مجلس نذرِ ذاکر، ص۱۵۱تا ۲۰۲

(۱۶) عسکری، مرزا محمد، (۱۹۷۸ء)، تاریخ ادب اردو، مرتبہ ڈاکٹر تبسم کاشمیری، لاہور، علمی کتاب خانہ، ص۲۹۵

صدیقی، ابواللیث، (۱۹۶۵ء)، لکھنؤ کا دبستانِ شاعری، دہلی، مکتبہ علم و فن، ص۶۷

(۱۷) فاروقی، خواجہ احمد، (س۔ن) اردوئے معلی، میر سوز نمبر، دہلی، شعبہ اردو، دہلی یونیورسٹی، ص۲۷تا۳۲

ارتضیٰ کریم، (۱۹۹۱ء)، انتخاب کلامِ میر سوز، اردو اکادمی، دہلی، ص۱۲

[سید محمد میر سوزؔ (پ: ۱۱۲۸ھ/۱۷۱۶ء، دہلی؛ و: ۱۲۱۳ھ/ ۹۹-۱۷۹۸ء، لکھنؤ) ضیاء الدین بخاری کے بیٹے تھے۔ پہلے میر تخلص کرتے تھے، ۱۷۵۰ء کی دہائی میں سوز تخلص کرنا شروع کیا۔ (جالبی، ڈاکٹر جمیل (۲۰۰۷ء)، تاریخ ادبِ اردو، جلد دوم، ص۷۹۳) کسرت، تیر اندازی، علومِ حرب، خطاطی، خوش نویسی میں درک رکھتے تھے۔ سوز کے سالِ پیدائش، عمر، وطنِ مالوف، ہجرت، فیض آباد اور لکھنؤ میں سکونت اور دیگر سوانحی کوائف کی تفصیل کے لیے دیکھیے: سوز، سید محمد میر، (۲۰۰۸ء)، کلیات میر سوز، جلد اول، مرتبہ ڈاکٹر زاہد منیر عامر، لاہور، مجلس ترقی ادب، ص۸۷تا۱۱۳]

(۱۸) ناصر، سعادت خان، (۱۹۷۰ء)، تذکرہ خوش معرکہ زیبا، جلد اول، مرتبہ مشفق خواجہ، لاہور، مجلس ترقی ادب، ص ۱۷-۲۱۶

(۱۹) نیاز فتح پوری، (۱۹۴۴ء)، ''نواب آصف الدولہ'' مشمولہ انتقادیات، حصہ اوّل، حیدرآباد، عبدالحق اکیڈیمی، ص ۱۲۳ تا ۱۴۳۔

[نیاز فتح پوری نے صراحت تو نہیں کی لیکن قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ کتب خانۂ آصفیہ میں موجود کلیاتِ آصف کا نسخہ ان کے زیرِ مطالعہ رہا ہو گا۔]

(۲۰) ایضاً، ص ۱۲۸، ۱۳۴

(۲۱) نجم الغنی رام پوری، (۱۹۱۹ء)، تاریخ اودھ، جلد سوم، ص ۵۹-۳۵۸

[حیران کن حد تک نجم الغنی کی اس رائے کے چند ایک جملے بعینہٖ وہی ہیں جو آبِ حیات میں محمد حسین آزاد نے میر سوز کی شاعری پر رائے دیتے ہوئے لکھے ہیں۔ آزاد، محمد حسین، (س۔ن)، آبِ حیات، بارھواں ایڈیشن، لاہور، شیخ مبارک علی اینڈ سنز، ص ۱۹۵]

بڑے شکوہ سے جاتا ہے قافلہ دل کا — چکے گا رو برو کس کس کے معاملہ دل کا
یا ڈر مجھے تیرا ہے کہ میں کچھ نہیں کہتا — یا حوصلہ میرا ہے کہ میں کچھ نہیں کہتا
کہتا ہے بہت کچھ وہ مجھے چپکے ہی چپکے — ظاہر میں یہ کہتا ہے کہ میں کچھ نہیں کہتا
موا ہے تیرے لیے تیرا عاشقِ غم کش — ذرا تو فاتحہ پڑھ چل کے تا کجا وسواس
وہ قبر سے نہ نکل آئے گا مرا ذمہ — ٹک اس کی روح تو خوش ہو نہ دل میں لا وسواس
جب مرنے لگی بلبلِ شوریدہ قفس میں — آصف یہی کہتی تھی دمِ نزع
صیاد تجھے بخش دیا خون میں اپنا — ٹک جا کے دکھا لا مجھے گلزار دمِ نزع
کل ہنس کے بولا نالۂ بلبل پہ یوں پتنگ — کم ظرف دیکھ ہم بھی تو آخر ہیں زارِ شمع
رو رو کے یہ جواب دیا عندلیب نے — انصاف دل میں کیجیو اے دل فگارِ شمع
ہے شمع کے بھی دل میں محبت پتنگ کی — گر ہے پتنگ سوختہ جان بے قرار شمع
پروانے کو جلا کے ہوئی شمع بھی تمام — جینا بغیر یار کے ہے ننگ و عار شمع
فریاد و آہ و نالہ بھلا کس لیے کرے — جیتے موئے پتنگ رہا ہم کنارِ شمع
گل مہربان سنا ہے کبھی عندلیب پر — تو شکر کر کہ مہر و وفا ہے شعارِ شمع
میں آہ آہ و نالہ نہ کھینچوں تو کیا کروں — جلتی ہیں غم سے میری رگیں مثل تارِ شمع
جہاں اس کی تیغ علم دیکھتے ہیں — وہاں اپنا سر قلم دیکھتے ہیں
جو جلوہ صنم تجھ میں ہم دیکھتے ہیں — خدا کی خدائی میں کم دیکھتے ہیں

گزرتے ہیں سو سو خیال اپنے دل میں کسی کا جو نقشِ قدم دیکھتے ہیں
بتوں کی گلی میں شب و روز آصف تماشا خدائی کا ہم دیکھتے ہیں
ایک دن یار سے یہ میں نے کہا اب تو ہم طاقت و توان سے گئے
ہنس کے کہنے لگا کہ اے آصف یہی کہہ کہہ کے لاکھوں جان سے گئے
تو اپنے شیوۂ جور و جفا سے کیوں گزرے تری بلا سے مرا دم رہے رہے نہ رہے
قمر کو ہوتا ہے ہر ماہ میں کمال و زوال ترے بھی حسن کا عالم رہے رہے نہ رہے
یوں فکر دل میں گرچہ تجھے سو لگی رہے آصف یہ شرط ہے کہ ادھر لَو لگی رہے
ملنے نہ ملنے کا تو وہ مختار آپ ہے پر تجھ کو چاہیے کہ تگ و دو لگی رہے

(۲۲) سَرور، اعظم الدولہ میر محمد، (۱۹۶۱ء)، عمدۂ منتخبہ، شعبۂ اردو، دہلی، دہلی یونیورسٹی، ص۶-۵

[خاطرش اکثر مائلِ ریختہ گوئی بود۔ اشعارِ برجستہ از طبع و قادش سر بر می زد و پرداخت و مراعاتِ شعرا منظورِ نظر عاطفت اثر داشت۔ چناں چہ میر محمد تقی متخلص بہ مؔیر کہ در فن ریختہ گوئی سر آمد شعرائے وقت است، بہ صیغۂ شاعری دو صد روپیہ در ماہہ راملازم بود۔ ایں چند شعر ازاں گوہر دریائے وزارت بہ نظر ایں مؤلف رسیدہ، مرقوم می نماید۔

دنیا کی فکر دل کو اگر سو لگی رہے آصف یہ شرط ہے کہ ادھر لَو لگی رہے
روز و شب اشک سے مژگاں میں تری رہتی ہے شاخِ نرگس اسی پانی سے ہری رہتی ہے
بتوں کی گلی میں شب و روز آصف تماشا خدائی کا ہم دیکھتے ہیں
جس گھڑی تیرے آستاں سے گئے ہم نے جانا کہ دو جہاں سے گئے]

(۲۳) باطن، قطب الدین، (۱۹۸۲ء)، گلستانِ بے خزاں، لکھنؤ، اترّپردیش اردو اکادمی، ص۱۱

[فنِ سخن پردازی سے شوق اکثر مدام سخن سنجوں کو بہ صلہ بے کراں ممتاز کرتے، شعرا ان کے قدر شناسی اور سخن فہمی پر ناز کرتے اور ان کے عنصر لطیف کی یہ سخاوت یک دست ہے، جس کے آگے ابرِ گہر ریز کی ہمت پست ہے۔

ملنے نہ ملنے کا تو وہ مختار آپ ہے پر تجھ کو چاہیے کہ تگ و دو لگی رہے
کیا نیند بھر کے سوئے کوئی اس سرائے میں جس میں کہ آٹھ پہر روا رو لگی رہے]

(۲۴) شوق، قدرت اللہ، (۱۹۶۸ء)، تذکرہ طبقات الشعرا، مرتبہ نثار احمد فاروقی، لاہور، مجلس ترقی ادب، ص۴۰۲-۴۰۱

[از چندے بہ حسبِ جودتِ طبع و رسائی فہم متوجہ فن شعر نیز می شود، اکثر استادان ایں فن در سایۂ پرورش او جا یافتہ، در بلدۂ لکھنؤ کوس سخنوری و نکتہ سنجی می زند، حق تعالیٰ آں بلد ہر ا از بلیات دوراں محفوظ دارد۔ ایں چند ابیات از فکرِ صائب آں عالی جناب وزارت مآب است:

باد بھی لگنے نہ پائی دل تو مرجھانے لگا　　ہائے یہ غنچہ تو کچھ کچھ کھلتے ہی کمھلانے لگا
جو شمشیر اس کی علم دیکھتے ہیں　　وو ہیں سر کو اپنے قلم دیکھتے ہیں
تجھے غیر سے جب بہم دیکھتے ہیں　　نہ دیکھے کوئی جو کہ ہم دیکھتے ہیں
تو جلدی سے آ ورنہ میرے مسیحا　　کوئی دم میں راہِ عدم دیکھتے ہیں
بتوں کی گلی میں شب و روز آصف　　تماشا خدائی کا ہم دیکھتے ہیں]

(۲۵)　ناصر، سعادت خان، (۱۹۷۰ء)، تذکرہ خوش معرکہ زیبا، جلد اول، ص۲۱۶-۲۱۷

[ابتدا میں میر محمد علی وہم سے افادت اندوز، بعد ازاں میر محمد سوز سے۔ وہ اشعار کہ نواب نام دار سے یادگار ہیں، یہ ہیں: (سبحان اللہ)

تجھے غیر سے جب بہم دیکھتے ہیں　　نہ دیکھے کوئی جو کہ ہم دیکھتے ہیں
تو جلدی سے آ ورنہ میرے مسیحا　　کوئی دم میں راہِ عدم دیکھتے ہیں
بتوں کی گلی میں شب و روز آصف　　تماشا خدائی کا ہم دیکھتے ہیں
وحشت بہ کوہ و دشت جو یہ آہ لے گئی　　کیا کیا کنویں جھکانے تیری چاہ لے گئی
کعبے میں بھی گئے تو ہمیں تیری یاد آہ　　پھر سوئے دیر اے بتِ دل خواہ لے گئی
آصف چمن میں آتے ہی اس رشکِ گل کی یاد　　کیا جانیے کدھر مجھے ناگاہ لے گئی
جس گھڑی تیرے آستاں سے گئے　　ہم نے جانا کہ دو جہاں سے گئے
تیرے کوچے سے نقشِ پا کی طرح　　ایسے بیٹھے کہ پھر نہ یاں سے گئے
دل تو کہتا ہے یار آتا ہے　　پر مجھے کب قرار آتا ہے
میں کروں گا تیرا گلہ تجھ کو　　یہ بھلا اعتبار آتا ہے
خیر ہے آصف اس گلی میں آج　　دل کو پھر پھر پکار آتا ہے
کس طرح غیر سے ہم تم کو بہم دیکھیں گے　　یہ تو ان آنکھوں سے واللہ نہ ہم دیکھیں گے]

(۲۶)　شیفتہ، مصطفیٰ خان، (۱۹۷۳ء)، گلشنِ بے خار، مرتبہ کلب علی خان فائق، لاہور، مجلس ترقی ادب، ص۳۰-۲۹

[با فنِ شعر مالوف بود و اکثر اربابِ ایں فن را بہ صلہ و جائزہ شایاں نواختے۔۔۔ ایں ابیات از افکارِ پاکیزۂ اوست:

ایک دن یار سے یہ میں نے کہا اب تو ہم طاقت و توان سے گئے
ہنس کے کہنے لگا کہ اے آصف یہی کہہ کہہ کے لاکھوں جان سے گئے
ملنے نہ ملنے کا تو وہ مختار آپ ہے پر ہم کو چاہیے کی تگ و دو لگی رہے
جاروب کش نے اس کے نہ رہنے دیا مجھے گر واں نسیم شکلِ پرِ کاہ لے گئی]

(۲۷) قاسم،قدرت اللہ،(۱۹۳۳ء)،مجموعۂ نغز،جلد اوّل،مرتبہ حافظ محمود شیرانی،لاہور،مطبع کریمی پریس،ص۳۷-۳۶

[گاہ گاہ طبع فیض بخشش میل سخن می کرد وبامزہ می گفت۔ایں بست ویک بیت از کلام حشمت انتظام اوست، عفی اللہ عنہ

یا ڈر مجھے تیرا ہے کہ میں کچھ نہیں کہتا یا حوصلہ میرا ہے کہ میں کچھ نہیں کہتا
ہمراہ رقیبوں کے تجھے باغ میں سن کر دل دینے کا ثمرا ہے کہ میں کچھ نہیں کہتا
کہتا ہے بہت کچھ وہ مجھے چپکے ہی چپکے ظاہر میں یہ کہتا ہے کہ میں کچھ نہیں کہتا
ساقیا ئے سے چھکا دے جو بہکتے جاویں برق کی طرح جدھر جاویں چمکتے جاویں
شکل اس کی کسی صورت سے جو دکھلائے ہمیں دوست ایسا نہیں ملتا کوئی ہائے ہمیں
بن بلائے جو سدا آپ چلا آتا تھا اب یہ نفرت اُسے ہوئی کہ نہ بلوائے ہمیں
فائدہ کیا ہے نصیحت سے پرے ہو ناصح ہم سمجھنے کے نہیں لاکھ تو سمجھائے ہمیں
جس گھڑی تیرے آستاں سے گئے ہم نے جانا کہ دو جہاں سے گئے
تیرے کوچے میں نقشِ پا کی طرح ایسے بیٹھے کہ پھر نہ واں سے گئے
شمع کی طرح رفتہ رفتہ ہم ایسے گزرے کہ جسم و جاں سے گئے
ایک دن میں نے یار سے یہ کہا اب تو ہم طاقت و تواں سے گئے
ہنس کے بولا کہ سن لے اے آصف یہی کہہ کہہ کے لاکھ یہاں سے گئے
یوں دل کے ساتھ فکر تیری سو لگی رہے آصف پہ شرط یہ ہے کہ وہ لَو لگی رہے
ملنے نہ ملنے کا تو وہ مختار آپ ہے پر ہم کو چاہیے کہ تگ و دو لگی رہے

قطعہ:

کسو کی شب وصل سوتے کٹے ہے کسو کی شبِ ہجر روتے کٹے ہے
ہماری یہ شب کیسی شب ہے الٰہی نہ سوتے کٹے ہے نہ روتے کٹے ہے
یہ اشک چشموں میں ہم دم رہے رہے نہ رہے حباب وار کوئی دم رہے رہے نہ رہے
تو اپنے شیوۂ جو ر و جفا سے مت گزرے تری بلا سے مرا دم رہے رہے نہ رہے
پھبا ہے رخ پہ ترے خوش نما صنم لیکن ہمیشہ گل پہ یہ شبنم رہے رہے نہ رہے

جہاں میں جہاں تک جگہ پایئے عمارت بناتے چلے جایئے]

(۲۸) مصحفی، غلام ہمدانی، (۱۹۳۳ء)، تذکرۂ ہندی، مرتبہ مولوی عبدالحق، اورنگ آباد، انجمن ترقی اردو ہند، ص۶-۵

[از بسکہ از ابتدائے عمر در جمیع فنون دانائے یگانۂ روزگار است۔ بہ مقتضائے موزونیِ طبع گاہ گاہے خیال شعر می فرماید۔ چند اشعار از کلام اوست، از اوست۔

تجھے غیر سے جب بہم دیکھتے ہیں نہ دیکھے کوئی جو کہ ہم دیکھتے ہیں
تو جلدی سے آ ورنہ میرے مسیحا کوئی دم میں راہِ عدم دیکھتے ہیں
بتوں کی گلی میں شب و روز آصف تماشاخدائی کا ہم دیکھتے ہیں
وحشت میں کوہ و دشت جو یہ آہ لے گئی کیا کیا کنویں جَھکانے تیری چاہ لے گئی
کعبہ میں بھی گئے تو ہمیں تیری یاد آہ پھر سوئے دَیر اے بتِ دل خواہ لے گئی
جاروب کش نے اس کے نہ رہنے دیا مجھے گر وہاں نسیم شکلِ پرِ کاہ لے گئی
جس گھڑی تیرے آستاں سے گئے ہم نے جانا کہ دو جہاں سے گئے
تیرے کوچہ میں نقشِ پا کی طرح ایسے بیٹھے کہ پھر نہ یہاں سے گئے
شمع کی طرح رفتہ رفتہ ہم سنیو اک دن کہ جسم و جاں سے گئے
دل تو کہتا ہے یار آتا ہے پر مجھے کب قرار آتا ہے
یہ بگولا نہیں اڑاتا خاک سر پہ کوئی خاکسار آتا ہے
میں کروں گا ترا گلِا تجھ کو یہ بھلا اعتبار آتا ہے
خیر ہے آصف اس گلی میں آج دل کو ہر پھر پکار آتا ہے
کس طرح غیر کنے تم کو بہم دیکھیں گے یہ تو واللہ ان آنکھوں سے نہ ہم دیکھیں گے
دور دامن کی تو نوبت کہیں پہنچے یا رب کب تلک دست و گریباں کو بہم دیکھیں گے
رام تم ہو چکے اور ہم نے بھی بس پوجے پانْو جا کے اب اور کسی بت کے قدم دیکھیں گے
کل کے نامہ کو تو آصف یہ کچھ آیا تھا جواب آج کیا کرتا ہے تو حال رقم دیکھیں گے]

(۲۹) کریم الدین، (۱۹۸۳ء)، طبقات شعرائے ہند، لکھنؤ، اتّرپردیش اردو اکادمی، ص۶۴-۶۵

[لڑکپن سے اس کو شوق اشعار کہنے کا تھا۔۔۔ یہ اشعار اس کے ہیں:

ایک دن یار سے یہ میں نے کہا اب تو ہم طاقت و توان سے گئے
ہنس کے کہنے لگا اے آصف یہی کہہ کہہ کے لاکھوں جان سے گئے
ملنے نہ ملنے کا تو وہ آپ مختار ہے پر ہم کو چاہیے کی تگ و دو لگی رہے

جاروب کش نے اس کے نہ رہنے دیا مجھے　　گر وھاں نسیم شکلِ پرِ کاہ لے گئی

مبتلا لکھنوی، مردان علی خان، (۱۹۶۵ء)، گلشنِ سخن، مرتبہ سید مسعود حسن رضوی ادیب، انجمن ترقی اردو ہند، علی گڑھ، ص۵۱

گاہے سخن می فرماید۔ ایں دو بیت از آں جناب است:

پوچھتے کیا ہو شبِ ہجر کی حالت یارو　　میں ہوں اور رات ہے اور بستر تنہائی ہے

ہزاروں مردے جیتے دیکھے تیرے بات کرنے سے　　لبِ معجز بیاں میں تیرے شاید آبِ حیواں ہے]

(۳۰) نیاز فتح پوری، (۱۹۴۴ء)، ''نواب آصف الدولہ'' مشمولہ انتقادیات، حصہ اوّل، ص۱۳۳، ۱۳۴

(۳۱) اسی حوالے سے عبدالستار صدیقی کی وضاحت ملاحظہ ہو:

'اور' کا لفظ دو مختلف حیثیتیں رکھتا ہے۔ ایک صفت یا متعلق فعل کی؛ دوسری عطف کی (جیسے فارسی کا 'و')۔ پہلی صورت میں اس کے معنے ہوتے ہیں: 'غیر، دوسرا، مختلف، زیادہ' اور تلفظ بھرپور کیا جاتا ہے۔ دوسری صورت میں تلفظ کئی طرح ہوتا ہے۔ تاکید کا محل ہو تو پورا تلفظ لازم ہو جاتا ہے۔ تاکید منظور نہ ہو تو جہاں معطوف اور معطوف علیہ کا تعلق قریب کا ہے وہاں یا تو 'اور' کے 'و' کی آواز گھٹ کر اتنی کم ہو جاتی ہے کہ ضمے کا ایک شائبہ سا باقی رہ جاتا ہے، یا پھر 'ر' جاتی رہتی ہے یعنی 'اور' کے بدلے محض 'او' سنائی دیتا ہے۔ تلفظ کا فرق لکھاوٹ سے نہیں کھلتا، اس لیے کہ ہر حال میں لفظ پورا یعنی 'اور' لکھا جاتا ہے۔ ہمارے اخبار نویس [جام جہاں نما، کلکتہ] نے اخیر صورت کو بہت استعمال کیا ہے اور بجائے 'اور' کے 'او' ہی لکھا بھی ہے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اُس نے اپنی تحریر میں تکلم کی تصویر اتارنے کی کتنی کوشش کی ہے۔

صدیقی، عبدالستار، (۲۰۱۵ء)، مقالات عبد الستار صدیقی، جلد دوم، مرتبہ ساجد صدیق نظامی، لاہور، مجلس ترقی ادب، ص۲۴۷